پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ

"میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم حاکمانہ اقتدار کے مدرسہ سے وفاداری کا سرٹیفکٹ حاصل کرو اور کاسہ لیسی کی وہی زندگی اختیار کرو۔ جو غیر ملکی حاکموں کے عہد میں تمہارا شعار رہا ہے۔ میں کہتا ہوں جو اجلی نقش و نگار تمہیں اس ہندوستان میں ماضی کی یادگار کے طور پر نظر آ رہی ہیں وہ تمہارا ہی قافلہ لایا تھا، انھیں بھلاؤ نہیں، انہیں چھوڑو نہیں، ان کے وارث بن کر رہو اور سمجھ لو کہ اگر تم بھاگنے کے لئے تیار نہیں تو پھر تمہیں کوئی طاقت بھگا نہیں سکتی۔"

(مولانا ابوالکلام آزاد)

Regd No. LW/NP 56 Phone 22348 / 29747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

SARFRAZ

مجمع بحار الانوار

(احادیث کی مشکلات حل کرنے کے لئے بے نظیر کتاب)

تالیف:- ملک المحدثین علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی (المتوفی ۹۸۶ھ)

اس کتاب کے بارے میں تمام دنیا کے علماء اور ماہرین فن حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ اپنے موضوع پر منفرد اور بے نظیر ہے، جو اپنی جامعیت اور فنی رعایتوں کے اعتبار سے اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتابوں سے فائق ہے۔ الفاظ حدیث بالخصوص صحاح ستہ کی لغوی مشکلات اور دیگر مباحث کے لئے یہ کتاب گویا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس میں لغوی تحقیق اور فنی بحثیں ایسی مبسوط اور مفصل طریقہ پر کی گئی ہیں جو طالب علم کو دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے اور احادیث کے مرجع کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے۔

ہندوستان ہی نہیں بلادِ عربیہ کے علماء نے بھی اس کی عظمت اور اہمیت کا غیر معمولی اعتراف کیا ہے۔

یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی، قدر دانوں کی طلب بلکہ ان کے اصرار پر اب خدا کا شکر ہے کہ نہایت آب و تاب اور عربی ٹائپ کی دیدہ زیب طباعت کے ساتھ "اچھے کاغذ پر" پہلی بار۔ محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ کے گرانقدر مقدمہ اور محقق لغات مولانا عبد الحفیظ بلیاوی کی تصحیح و تنقیح کے بعد، ۵ جلدوں میں، دائرۃ المعارف حیدر آباد نے طبع کر کے اہل علم کی دیرینہ آرزو پوری کر دی ہے۔

کتاب کے مجموعی صفحات سے ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ہونے کے باوجود۔ نفع عام اور علم دین کی خدمت کے جذبہ سے۔ پورا سیٹ لینے والوں کے لئے اس کا ہدیہ صرف ڈیڑھ سو (۱۵۰) روپئے رکھا گیا ہے۔

ہندوستان میں

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

جعلی لیبل، نقلی کیپسول اور ٹین کے ڈھکن سے ہوشیار!

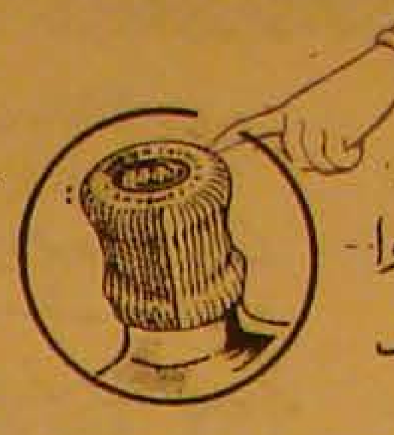

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ جلنے۔ کٹنے کی دوا۔

اب سنہرے اور ہرے دو رنگے کیپسول پر ٹریڈ مارک دیکھ کر خریدیئے۔

انڈین کیمیکل کمپنی متوناتھ بھنجن یو۔پی

ہند تیل

ہر قسم کے جسمانی۔ درد۔ چوٹ۔ زخم۔ موچ و جلنے۔ کٹنے وغیرہ اچانک گھریلو حادثہ کا فوری علاج ہے۔ اس کی مسلسل مالش کمزور بچوں کو تندرست و توانا بناتی ہے

تیار کردہ:- ہند سی۔ سی ورکس۔ متوناتھ بھنجن یو۔پی

"تعمیرِ حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

شربت نزلہ

معمولی کھانسی، زکام اور نزلہ کے لئے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

تار کا پتہ مجموعہ بمبئی — ٹیلیفون نمبر ۳۳۲۸۲۵

عطر مجموعہ نمبر ۳۹۱۸

دل پسند خوشبوؤں کا نچوڑ

یہ نایاب عطر پاکیزہ اور سفید پوش نمازیوں اور ستھرے لوگوں کے لئے ایک نایاب تحفہ شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کے لئے ایک خاص ہدیہ ہے جو انجمنوں، جلسوں اور دینی جماعت کا سنگھار ہے نقل مال سے ہوشیار رہیں۔

خریدنے سے پہلے نمبر ۳۹۱۸ ضرور دیکھئے۔

پتہ: حافظ محمد زکریا برادران تاجران عطر و تیل ۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل روڈ شرقی بمبئی ۴

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
نیول مکسچر	فلاوری ادپی

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

نمبر ۱۲ حاجی بلڈنگ (ایس وی ڈی روڈ)

مسجد بندر بمبئی نمبر ۹

AA

TELEGRAM:- CUP. KATTLY

PHONE No 332220

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۱۴ | ۲۵ ردسمبر ۱۹۷۶ء ——— ۳ر محرم الحرام ۱۳۹۷ھ | شمارہ ۴

زرِ اشتراک اندرونِ ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے، ششماہی سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرونِ ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ، شلنگ
ہوائی ڈاک سے، امریکہ و کناڈا اور
یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

سید محمد الحسنی

مقصد سے عشق اور راستہ کا یقین

کسی تحریک و دعوت کو کامیابی کی منزل تک پہونچانے، اور کسی محبوب و عزیز مقصد کو حاصل کرنے کے لئے، صرف اپنی دعوت اور اپنے مقصد پر یقین کافی نہیں، مقصد پر یقین بے شک اس راہ کی اولین شرط ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اپنے مسلک، طریقۂ کار اور راہِ عمل پر بھی کلی یقین و اعتماد ضروری ہے، متردد یا شکستہ خاطر ہو کر یا سرد مہری اور نیم دلی... (HALF HEARTEDLY) سے کوئی معمولی کام بھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہونچایا جا سکتا۔

مقصد خواہ کتنا ہی رفیع ہو، عقیدہ خواہ کتنا ہی مضبوط ہو، جذبہ چاہے جتنا بھی طاقتور ہو، اگر اس کے راستہ پر (جو اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے اختیار کیا ہے) ہم کو پورا بھروسہ نہیں، ہم پورے اعتماد و یقین کے ساتھ اس کی دعوت نہیں دے رہے ہیں، ہمارے لہجہ میں وہ بے خوفی یا وہ استحکام نہیں ہے جو کسی مشاہدہ یا مشاہدہ کے درجہ والے یقین یا پے مسلسل تجربہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے تو ہماری یہ دعوت کبھی زیادہ وسعت اختیار نہیں کر سکتی۔

لیکن طریقۂ کار، مسلک اور طرزِ فکر پر یہ یقین تعصب کے ہر شائبہ، انتہا پسندی، مبالغہ آرائی یا سخت گیری کے ہر اثر سے پاک ہونا چاہئے، اس کا رخ تعمیری ہونا چاہئے، نہ کہ تخریبی، مثبت نہ کہ منفی، مصالحانہ نہ کہ جارحانہ — اجتماعیت کی روح کے ساتھ نہ کہ انفرادیت پسندی یا خود پسندی کے جذبہ کے ساتھ۔

اگر چلنے والوں کو اپنے راستہ کی سمت اور صحت کا یقین نہیں ہے تو اس کا سب سے پہلا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اُن لوگوں کے نعروں اور ان تحریکوں اور دعوتوں کا شکار آسانی کے ساتھ ہو جائیں گے جو اپنی راہ و منزل پر نسبتاً زیادہ یقین رکھتی ہیں۔

مثال کے طور پر مادی زندگی کی خوشحالی، معاشی ترقی یا جنسی آزادی کے داعی اگر اپنے تجربات اور کوششوں کے نتیجہ میں اپنے شعبہ اور میدان میں ہم سے زیادہ یقین رکھتے ہیں، تو ان کا یہ یقین ہماری بے یقینی یا تردد کی کیفیت پر غالب آ جائے گا۔

صرف یہی نہیں بہت سی تعمیری تحریکیں اور دعوتیں بھی جو اپنا مخصوص طریقۂ کار رکھتی ہیں، ہم پر محض اس بنیاد پر غالب آئیں گی یا ہمارے اندر سست رفتاری پیدا کر دیں گی کہ ہمارے اندر اس درجہ کا اعتماد و یقین نہیں ہے۔

یقین ہر دعوت کی سب سے بڑی طاقت ہے، خواہ وہ تعلیمی دعوت ہو یا اصلاحی، فکری ہو یا دعوتی، سیاسی ہو یا اجتماعی۔

یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بہت عظیم الشان مقصد، ایک معمولی اور حقیر مقصد سے محض اس لئے مغلوب ہو جائے کہ اس کے پیچھے یقین کا سرمایہ نہیں۔

یہ وہی فرق ہے جو صورت اور حقیقت میں ہے ایک معمولی حقیقت بڑی سے بڑی صورت پر غالب آتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض مقاصد کی بلندی اور بہترین منصوبے اور نقشے ہمیں کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ نہ صرف مقصد سے عشق، بلکہ اس کے راستہ سے عشق بھی ضروری ہے مقصد پر یقین کے ساتھ اس کے راستہ پر بھی یقین درکار ہے۔

اگر منزل ہم کو دور سے نظر بھی آ رہی ہو۔ لیکن اس کے راستوں کا ہمیں صحیح علم نہ ہو، اور اگر کوئی راستہ ہمیں معلوم بھی ہو تو اس پر پورا جزم اور یقین نہ ہو۔ تو اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ ہمارے قدم آگے بڑھنے سے ہچکچائیں گے، کم از کم ہم دوسروں کو زیادہ قوت کے ساتھ اس راستہ کی طرف نہیں بلا سکیں گے۔

یہ مسئلہ کسی مسلک اور طرزِ فکر یا راہِ عمل پر اصرار کا نہیں، جو بھی مسلک یا راہِ عمل ہم پسند کر چکے ہیں اور اس پر چلنا چاہتے ہیں اس پر یقین و اعتماد کا ہے۔

دوسرے راستوں اور طریقوں کی تحقیر اور چیز ہے، اور اپنے طے کئے ہوئے تجربہ میں آئے ہوئے، یا غور و فکر کے بعد اختیار کئے ہوئے راستہ پر یقین اور اس سے شغف اور عشق اور چیز ہے، دونوں چیزوں میں کوئی تعلق نہیں۔

اسی بات کو قرآن مجید میں اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلاً۔ (بنی اسرائیل۔ ۸۴)

(اے پیغمبر!) کہہ دو ہر انسان اپنے طور طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے، پس تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کون سب سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہے)۔

اور دوسری جگہ آیا ہے:-

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ (مائدہ۔ ۴۸)

(تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے ہم نے ایک شریعت اور منہاج ٹھہرا دی (یعنی شریعت زندگی کا دستور، عمل اور طریقہ ٹھہرا دیا)۔

اسلام و لادینیت کی اس سخت و خونریز کشمکش میں جو عالم اسلام کے طول و عرض میں جاری ہے، اور تحریکوں، دعوتوں، فلسفوں اور نظامہائے عمل کی اس بے رحم دنیا میں جو ہر وقت مقابلہ کے لئے کمربستہ ہے — جو چیز ہماری حفاظت کر سکتی ہے وہ ہے،

"مقصد سے عشق ——— اور اپنے راستہ کا یقین"

بلاشبہ ضرورت کے وقت راستہ کی تبدیلی ضروری ہو جاتی ہے، اور اس موقع پر اس پر بیجا اصرار، جہالت اور عناد کہ اور کچھ نہ کہا جائے گا، لیکن ایک بار سوچ سمجھ کر مختلف مرحلوں سے گزرنے کے بعد کسی راہ کو اختیار کرنا، پھر اس کے بعد جھجکتے ہوئے قدم — صرف اس بات کی علامت ہیں کہ ابھی ہم کو خود اس پر پورا یقین نہیں۔ دوسروں کے اندر یہ یقین کی شمع روشن کرنا بہت دور کی بات ہے۔

ان تمام تعلیم یافتہ اور ملت کا درد رکھنے والے افراد کو جو مختلف دعوتوں، مختلف کاموں اور مختلف مدارس فکر سے وابستہ ہیں وقتاً فوقتاً یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہمارے اندر یقین کی وہ کیفیت اور وہ بے چینی و بے قراری، اور بے آرامی و اضطراب ہے یا نہیں جو اس کا لازمی مظہر اور اس کی پہچان ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جو راستہ ہم نے سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے اس بارہ میں ہمارے تحت الشعور میں کوئی تردد اور بے یقینی تو نہیں پائی جاتی — کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارے اندر مرعوبیت اور احساس کمتری کے جراثیم موجود ہیں، اور ہم غیر اسلامی دعوتوں کے مقابلہ پر اور مخالف طاقتوں کے سامنے اسی عزم و یقین کے لب و لہجہ کو بات نہیں کرتے یا انکو ضرورت سے زیادہ اہمیت اور الاؤنس دینے لگتے ہیں اور ابھی ہمارے ماحول کی سرد و بے کیف فضا زیادہ آتش نوائی یا تلخ نوائی کی متقاضی ہے اور اس بحر انکاہل میں کسی ایسی تیز و تند موج کی ضرورت ہے جو اس ساکن سطح آب میں تموج پیدا کر دے، یہ موجیں عالم اسلام کے "بحر الروم" کی تہ میں اب بھی موجود ہیں اور انکو پھر سے ابھارا جا سکتا ہے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند و جولاں بھی ❊ ہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناسازگار حالات میں اپنے مسلک پر استقامت بڑی جوانمردی اور وفاداری کی بات ہے

قرآن ایک زندہ جاوید اور عالمگیر کتاب ہے، اسمیں ہر عہد اور ہر قوم اور ہر حالت کے لئے رہنمائی ہے یہاں ہم انسانی کردار — اور انسانی نفسیات کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں جو آج بہت عام ہو چکا ہے۔ یہ قرآن شریف ہی کی زبان سے سنئے۔

"ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف فان اصابہ خیر اطمأن بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علیٰ وجھہ خسر الدنیا والآخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین۔" (سورۃ الحج ۱۱)

(اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو کنارے پر (کھڑے) ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اگر ان کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچے تو اسکے سبب مطمئن ہو جائیں، اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائیں (یعنی پھر کافر ہو جائیں) انہوں نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا، اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے۔)

یہ قرآن مجید کے اعجاز اور اس کی تصویر کشی کا اعلیٰ نمونہ، یہ آیت کیا ہے؟ ایک مستقل معجزہ، یہ فرد کی بھی تصویر ہے اور جماعتوں کی بھی، قوموں اور ملتوں کی بھی، عربی میں "من" کا اطلاق فرد اور جماعت سب پر ہوتا ہے، لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں، جو خدا کی بندگی کرتے ہیں، بالکل کنارے پر کھڑے ہو کر "بندگی کرتے ہیں" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خالی نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں، اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ خدا کی فرمانبرداری اور اسلامی احکام کی پابندی عین سرحدی لکیر پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، جو اسلام و جاہلیت اور کفر و ایمان کے درمیان کھینچی گئی ہے۔ "علیٰ حرف" کی بلاغت ملاحظہ ہو، اس صورت حال کی اگر کیمرے سے بھی تصویر لی جائے اور بڑے سے بڑا مصور اور نقاش بھی اس کی تصویر کشی کرے تو ایسی بولتی ہوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا، ان کی دور بینی اور احتیاط کی پوری تصویر اس چھوٹے سے جملے میں آ گئی، وہ ایسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں، جہاں سے ان کے لئے دوسرے محاذ پر منتقل ہو جانا، ایک منطقہ سے دوسرے منطقہ پر پہونچ جانا ہر وقت ممکن رہے اور اس میں ذرا بھی دیر نہ لگے، وہ جما کر پاؤں بھی نہیں رکھتے کہ اٹھانے میں کچھ دیر لگے وہ پھول کی طرح پاؤں رکھتے ہیں کہ ہوا کے ایک جھونکے میں اور حالات میں ادنیٰ سی تبدیلی واقع ہونے پر وہ دوسری جگہ کھڑے نظر آئیں، ان کا ہاتھ زمانے کی نبض پر رہتا ہے، اور ان کی دوربین نگاہیں حکومت، سوسائٹی اور وقت کے اقتدار کے چشم و ابرو کے اشارے کو دیکھتی رہتی ہیں، ان کا دماغ سود و زیاں اور نفع و نقصان کے موازنے سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں ہوتا، اگر زمانہ ان کے موقف و مسلک اور انکے مقام و محل کے مطابق ہوتا ہے تو ان سے بڑھ کر اپنے مسلک کا پرجوش وکیل اور اس کی خدمت میں منہمک کوئی نظر نہیں آتا اور وہ پورے سکون قلب اور اعتماد نفس کے ساتھ اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ "فان اصابہ خیر اطمأن بہ" اور اگر حالات ذرا بھی ناسازگار ہوتے ہیں، اور وہ حکومت کے سوسائٹی اور عوام کے تیور بدلے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ فوراً اپنا مسلک تبدیل کر دیتے ہیں، اور پہلے مسلک کی "تہمت" سے بھی بچتے ہیں۔ ان کو اپنی وضع قطع، اپنے عقائد و خیالات اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنی زبان و کلچر بلکہ اپنی قومیت کو بھی تبدیل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی، اس ابن الوقت گروہ کو دیکھ کر یہ آیت جس طرح سمجھ میں آتی ہے اور اس کی بلاغت و اعجاز جس طرح نمایاں ہوتا ہے، وہ بڑی سے بڑی تفسیر سے اس طرح نمایاں نہیں ہوتا، خطرے اور شبہ سے بچنے کے لئے اس ابن الوقت گروہ کے انتظامات اور اس کی احتیاط دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جب شعائر اسلامی کے اظہار سے کوئی مادی فائدہ حاصل ہوتا ہے یا وہ دولت و وجاہت کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے، یا حکومت و اقتدار اس کے بغیر نہیں مل سکتا تو شعائر اسلامی کا ان سے زیادہ اظہار کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر ان کے اظہار میں ادنیٰ درجہ کا خطرہ متصور ہوتا ہے، یا اس کی وجہ سے کم سے کم ادنیٰ درجہ کی قربانی دینی پڑتی ہے، تو پھر ان شعائر اسلامی کو بلکہ بنیادی عقائد تک کو وہ سلام کرتے ہیں، اور ان سے اپنا رشتہ ناطہ توڑ لیتے ہیں۔

"ومن الناس من یقول آمنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ ولئن جاء نصر من ربک لیقولن انا کنا معکم اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمین۔" (سورہ عنکبوت۔ ۱۰)

(اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لے آئے، جب ان کو خدا کے راستے میں کوئی ایذا پہونچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو یوں سمجھتے ہیں، جیسے خدا کا عذاب، اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد کو پہونچے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے، کیا جو اہل عالم کے سینے میں ہے، خدا اس سے واقف نہیں؟

اگر وہ نسبت سرخروئی اور سرفرازی کا باعث ہوتی ہے، تو اپنی قدیم تاریخ اپنے اسلاف اور اپنے دور ماضی کو یاد دلاتے ہیں، اور کبھی نہ کبھی سے وہ اپنا تعلق نکال لیتے ہیں۔ "ولئن جاء نصر من ربک لیقولن انا کنا معکم" لیکن اللہ تعالیٰ کو حقیقت حال معلوم ہے۔ "اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمین" عام طور پر ان زمانہ سازوں کا انجام برا ہوتا ہے، اور کسی گروہ میں ان کی وقعت نہیں ہوتی اسی لئے فرمایا گیا ہے "خسر الدنیا والآخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین" شاعر نے شاید اسی موقعہ کے لئے کہا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۴۷ء کے مار کاٹ کے زمانے میں کتنے آدمیوں نے اپنی اسلامی وضع قطع اس خطرہ سے تبدیل کر دی کہ اس میں مسلمان سمجھ کر مارے جانے کا خطرہ ہے، اس کے مقابلہ میں قوت ایمانی کا ایک پرانا واقعہ سنئے، نصیر خاں بلوچی اور پنجاب کی سکھ حکومت کے درمیان ایک مرتبہ جنگ ہوئی۔ ایک موقع پر اس جنگ میں نصیر خاں زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے، دو سکھ سپاہی پاس سے گزرے ایک نے چاہا کہ کام تمام کر دے۔ اس زمانے کے بلوچی بڑے بڑے بال رکھتے تھے، نصیر خاں کی بھی لٹیں تھیں، دوسرے سکھ نے کہا کہ نہیں نہیں یہ ہمارا بھائی ہے، اس کو نہ مارو۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور نصیر خاں بلوچی اپنے دار الحکومت میں پہونچا تو اس نے خود بھی اپنے بال ترشوائے اور پوری قوم کو بال ترشوانے کا حکم دیا، اس نے کہا کہ ان منحوس بالوں نے میرے مسلمان ہونے کے بارے میں شبہ پیدا کر دیا اور میں شہادت سے محروم رہا، دیکھئے! دونوں ذہنیتوں میں کتنا بڑا فرق ہے؟

"ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا"

حضرات! جب حالات سازگار ہوں اور ہوا موافق چل رہی ہو، جب کسی مسلک پر قائم رہنے پر انعام ملتا ہو اور پھول برسائے جاتے ہوں، جب کسی قوم و جماعت کا ستارۂ اقبال بلند ہو اور اس کا بخت یاور، جب کسی جماعت میں شرکت باعث اعزاز ہو اور سرمایۂ افتخار، تو اس وقت اس مسلک پر قائم رہنا اور اس عقیدے کا اظہار کرنا کوئی بہادری اور مردانگی نہیں، لیکن جب حالات ناسازگار ہوں اور باد مخالف تیز و تند چل رہی ہو، جب بڑے بڑے جوانمردوں کے قدم اکھڑ رہے ہوں، جب کسی اصول اور عقیدے کو اختیار کرنا دار و رسن کو دعوت دینے کے مرادف ہو، جب کسی قوم کے تنزل کا زمانہ ہو، اقبال نے اس سے منہ موڑ لیا ہو اور زمانہ کی نگاہیں اس سے پھری ہوئی ہوں، اس وقت اس مسلک پر ثبات و استقامت اور اس جماعت سے انتساب و نسبت بڑے شیر مردوں کا کام اور بڑی وفاداری اور نمک حلالی کی بات ہے، ہر بادشاہ اور حکومت کو ایسے سپاہی کی بڑی قدر ہوتی ہے، جو اس وقت میدان جنگ میں کھڑا رہے، جب فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اور بھگدڑ مچ جاتی ہے، ہر رئیس اور امیر کو انھیں لوگوں کی قدر ہوتی جو برے وقت میں اُن کا ساتھ دیتے ہیں اور جب ان کے سب پروردہ اور نمک خوار نگاہیں پھیر لیتے ہیں، اور ان سے کترانے لگتے ہیں تو وہ اسی طرح ان کے دامن سے وابستہ اور انکے دروازے پر ایستادہ رہتے ہیں، اور وہ اسی طرح ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، اور آداب بجا لاتے ہیں، ایک پرانے رئیس ایک صاحب کا بڑا خیال کرتے تھے اور ان کو بہت سے مصاحبین اور جی حضوریوں پر ترجیح دیتے

(بقیہ صفحہ ۴ پر)

بقیہ ص۲

تھے، کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ جب ہمارا علاقہ کورٹ ہو گیا تھا تو تنہا یہی شخص تھے، جنھوں نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، حقیقت میں محبت و وفاداری کا امتحان عروج واقبال کے زمانے میں نہیں، تنزل و ادبار کے زمانے میں رہے، وفاداری اور وابستگی کا ثبوت اس حالت میں نہیں ملتا جب تقرب حاصل ہو، اس وقت ملتا ہے جب کس مپرسی اور بے التفاتی کا معاملہ کیا جائے، اسی سے حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کے سچے اور عاشقانہ تعلق کا اظہار ہوتا ہے کہ عین اس حالت میں جب رسول اللہ صلعم نے مدینہ کے سارے مسلمانوں کو ان سے ملنے اور بات کرنے کی مخالفت کر دی تھی، اور کوئی ان کی بات کا جواب دینے کا بھی روادار نہیں تھا، حد یہ ہے کہ رفیقۂ حیات کو بھی ان سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا بقول ان کے دنیا ان کی آنکھوں میں اندھیر تھی، شہر شہر نہیں، قبرستان معلوم ہوتا تھا اور قرآن کے الفاظ میں دنیا اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تھی، اور ان کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس وقت غسان کے بادشاہ (جس کے انعام واکرام اور سرفرازی کے سارے عرب میں چرچے تھے) کا دعوت نامہ آتا ہے کہ تمہیں اس کس مپرسی میں پڑے رہنے کی ضرورت نہیں تم میرے پاس آجاؤ میں تم کو نہال کر دوں گا، وہ بجائے اس خط کا استقبال کرنے کے اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھنے کے اس کو قاصد کے سامنے جلتے تنور میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے محبوب کی طرف سے یہ امتحان برداشت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی معیبت کے یہ بادل چھٹتے ہیں اور ان کی اصلاح و تکمیل کے سلسلے میں جتنا وقت ضروری تھا وہ پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب شوال ۵ھ میں مدینہ پر قریش نے چڑھائی کی اور چاروں طرف سے مخالفین کی فوجوں کا نرغہ ہوا اور مسلمان مدینہ میں محصور ہو کر رہ گئے، حالت یہ تھی کہ نہ کھانے کا سامان تھا نہ کہیں سے کمک آنے کی امید، بھوک، سردی، خوف اور ہر مصیبت کا سامنا تھا، قرآن مجید سے بہتر اس کی کوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا۔

"اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ (سورہ احزاب۔۱۰)

(جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت) کے گلوں تک پہونچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے)۔

جب آنکھیں پھر گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے، اس وقت ان لوگوں نے جن کو خدا نے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا اور جن کا خدا کے وعدوں پر یقین تھا، ان کا ایمان اور قوی ہو گیا اور انہوں نے اس صورت حال سے بالکل الٹا نتیجہ نکالا اور اس بیکسی اور بے بسی کو شکست اور نامرادی کی نہیں بلکہ فتح اور کامرانی کی دلیل بنا لیا۔

"ولما رأی المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما۔

(سورہ احزاب۔۲۲)

(اور جب مومنوں نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا، اور خدا اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی)۔

ان کی دلیل اور منطق یہ تھی کہ غیر معمولی حالات میں غیر معمولی واقعات کا ظہور ہوتا ہے، رات کے اندھیرے سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور جب زمین بہت پیاسی ہوتی ہے تو باران رحمت کا نزول ہوتا ہے، بعینہٖ یہی دلیل حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت پیش کی اور اس سے تسکین حاصل کی جب یوسف علیہ السلام کے فراق کے بعد بنیامین و یہوداہ کے فراق کا واقعہ پیش آیا، اسی وقت انہوں نے فرمایا کہ:۔

"عسی اللہ أن یاتینی بھم جمیعًا انہ ھو العلیم الحکیم۔

(سورہ یوسف۔۸۳)

(عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے بے شک وہ دانا اور حکمت والا ہے)۔

اور فرمایا:۔

"یا بنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔

(سورہ یوسف۔۸۷)

حضرات:۔ اسلام پر قائم رہنا، اس سے اپنی نسبت کرنا اور علانیہ اس کے شعائر کا اظہار اس وقت بھی سعادت و فخر کی بات ہے، اور اس میں اس وقت بھی مزا ہے۔ جب حالات اس کے لئے سازگار ہوں اور جب مسلمانوں کی کامیابی کا دور اور دنیا میں اسلام کا دور دورہ ہو اور کسی معاملہ میں ان کو ناکامی کا منہ

(بقیہ ص۱۱ پر)

۵؎ اس کو سیر کی کتابوں میں غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

غــزل

پروفیسر رشید کوثر فاروقی

وصل تیرے گیسوؤں کی بدلیاں چھانے کا نام
ہجر تیری یاد کے تارے نکل آنے کا نام

دردِ دل کے نوا سیر و یہ بلائے بے اماں
ایک بار آئی تو پھر لیتی نہیں جانے کا نام

بے رخی رہتی تو دل اک دن ٹھہر جاتا مگر
التفاتِ حسن ہے رہ رہ کے تڑپانے کا نام

زندگی کیا ہے، مسلسل گریۂ شوقِ وصال
موت کیا ہے، روتے روتے آنکھ لگ جانے کا نام

حسن سے بڑھ کر محبت کو ملا کرتی ہے داد
شمع کے بجھنے پہ بھی روشن ہے پروانے کا نام

اس نے جی بہلا لیا ہے بد شگونی کے باوجود
لکھ کے انگلی سے ہوا میں اپنے دیوانے کا نام

آسماں ہے منزلِ اوّل مری پرواز کی
کہکشاں ہے میری آشاؤں کے کاشانے کا نام

کچھ تو ہے کیوں ہر طرف میرے جنوں کا شور ہے
عقل والے ہیں تو کیوں لیتے ہیں دیوانے کا نام

پی کے تھوڑی سی بہک جاتے ہیں کچھ کم ظرف لوگ
مفت میں بدنام ہو جاتا ہے میخانے کا نام

سر کو دیواروں سے ٹکرانا نہیں ہے عاشقی
عاشقی ہے تند طوفانوں سے ٹکرانے کا نام

مسکرا کر جان دی جس نے وہ مر کر جی اٹھا
زندگی ہے موت سے آگے نکل جانے کا نام

لوگ افسانے کو کہہ دیتے ہیں اکثر واقعہ
واقعے کو دے دیا کرتے ہیں افسانے کا نام

آلِ ابراہیم نے آخر ڈبو کر رکھ دیا
ابنِ آزر نے اچھالا تھا خدا خانے کا نام

دفن ہے تاریخ کی قبروں میں قوموں کا عروج
دورِ مے کے ساتھ ہی چلتا ہے میخانے کا نام

ٹھوکریں ہی ٹھوکریں لکھی ہیں اچھائیوں ہی
ہم بھی لینے کے نہیں واپس چلے جانے کا نام

ہائے کوثر دورِ جمہوری کی بے توفیقیاں
خون دیتا ہے حرم ہوتا ہے بُت خانے کا نام

بقیہ ص: ایک بلند پایہ ندوی مصنف

پر ایک اجمالی نگاہ۔

(۱۳)۔ اسلامی مقالات: یہ کتاب چند تحقیقی و علمی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔

(۱۴)۔ ہندوستان کے چند گمنام اہل علم: چند ایسے ہندوستانی اہل علم کا تذکرہ جنہوں نے عہد قدیم میں اسلامی ممالک میں اپنے علمی مشاغل جاری رکھے اور قابل قدر کتابیں لکھیں۔ اسلامی ملکوں میں انہیں شہرت عام حاصل ہوئی مگر اپنے ملک میں گمنام رہے۔

(۱۵) تاریخ التاریخ: یہ کتاب مسلمانوں کے علم تاریخ کی تاریخ ہے۔

(۱۶) عرب کی چند مغنیات: خلفائے عباسیہ کے دربار سے وابستہ چند باکمال مغنیات کا تذکرہ۔

(۱۷) ادبی شہ پارے: چند ذہنی تخیل و ادبی مضامین اور بلاغۃ العرب کے چند شہ پاروں کے ترجموں کا مجموعہ۔

(۱۸) علامہ شبلی نعمانی: علامہ شبلی کی سوانح حیات و خدمات پر چند مضامین کا مجموعہ۔

(۱۹) کتاب الناسخ والمنسوخ لابن سلامۃ المتوفی سنہ ۴۱۰ھ: یہ کتاب النسخ فی القرآن کے موضوع پر قدیم تصنیف ہے۔ جو چند نسخوں کے مقابلے تصحیح و تحشیہ کے ساتھ تیار کی گئی ہے۔ مرتب نے النسخ فی القرآن کے موضوع پر ایک مقدمہ بھی منسلک کیا ہے۔

غیر مطبوعہ کتابوں کی یہ فہرست گذشتہ سال جشن ندوہ کے موقع پر خود مولانا نے اپنے خط کے ذریعہ بھیجا تھا، سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد بالکل خانہ نشینی اختیار کر لی۔ صرف تصنیف و تالیف ہی مشغلہ تھا، آخر میں بالکل کمزور و ضعیف ہو چکے تھے، بصارت بالکل جا چکی تھی، آخری ایام میں اپنے علمی مسودوں پر نظر ثانی ترتیب و تصحیح کا کام کرتے رہے۔ مولانا کی تمام تحریروں میں وہی سلاست و روانی، سنجیدگی و متانت، اختصار و جامعیت پائی جاتی ہے جو ندوہ کا طغرائے امتیاز ہے — اللہ تعالیٰ مولانا کو ان کی علمی و دینی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

دکھیوں کو نجات دلانے والے

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از:۔ جناب عبد الکریم صاحب پاریکھ (ناگپور)

حراء کی خلوت گاہ: حرا کی خلوت گاہ سے ایک مرد جلیل دنیا میں آیا جس کی حیات وموت، دعوت و طریقۂ کار جس کے قول و فعل بلکہ جس کی ہر ادا پر خود اللہ کی قدرت کو ناز ہے۔ یہ انسانیت ساز شخصیت ۶۱۰ء عیسوی میں توحید کا تہلکہ خیز اعلان کرتی ہے جس سے تمام کرۂ ارضی نا آشنا تھا، بتوں کی خدائی میں جکڑے ہوئے بنی آدم آگ کے دریا میں جھونک دئے گئے تھے، انہیں رہائی بخشنے کے لئے نیز دین کے نام پر ڈاکہ زنی کرنے والے مذہبی لیڈروں کے مکروہ چہروں سے جس نے نقاب ہٹا کر ان کا کریہ المنظر اور بدباطن چہرہ دنیا کو بتایا اور ان جعل سازوں کے تمام کھوٹ نکال پھینکنے کے لئے مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سبحان اللہ ذرا دیکھئے تو اللہ رب عظیم نے کس بہترین انداز میں دکھیوں کو نجات دلانے والے کا تعارف کرایا ہے:۔

"یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون

(۷۔ الاعراف۔۱۵۷)

(یہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی اور نامناسب کاموں سے روکتے ہیں، تمام پاکیزہ اور صاف ستھری چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک و گندی چیزوں کو حرام بتاتے ہیں اور ان کے تمام بوجھ اتار ڈالتے ہیں اور ان کے گلے میں پڑی پھانسی اور تمام پھندے اتار ڈالتے ہیں، بس اب جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی عظمت و رفاقت کریں گے اور ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ اور جو نور ان پر نازل ہوا ہے اس کے تابع ہو کر اس کی روشنی میں چل پڑیں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے)۔

دل پگھل گئے: رسمی دین داری اور نقلی مذہب کے تعفن و سڑاندھ سے بنی آدم کا پورا گھرانہ بد اعتقادی و شرک کے جذام میں سڑ گیا تھا، حضورؐ کی آمد سے دنیا بقعۂ نور بنی۔ اور شرکیہ تہذیب بد کا چراغ گل ہوا۔ معبودانِ باطل کی مسندیں الٹ دی گئیں جنگ جو اور خونخوار درندہ صفت انسانوں کو جو اپنے ہی بھائیوں کو پھاڑ کھاتے تھے لوہے کی طرح پگھلا دیا بلکہ انہیں ایسا درس انسانیت دیا کہ پہاڑوں کے جگر کٹ گئے اور ان کے دل موم کی طرح پگھلنے لگے۔ باد بہاری کا ایک لطیف جھونکا آیا اور دعوت محمدیؐ نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔

ماضی: جاہلی طرز زندگی، بے سوز و بے کیف مذہبیت کو آئین توحید کا فوٹو بنایا جہلاء اور سیدھے سادے عوام مذہبی لیڈروں کی مسندوں پر سجدہ ریز ہوتے تھے۔ ان کے پھانسے اور پھندوں میں جکڑے ہوئے موت کی وادی میں لٹک رہے تھے۔ صاحب سلطنت حاکم رعایا کو بھیڑ بکری سے بھی بدتر حالت میں ڈالے ہوئے تھے واعظین و خطیب نسلی امتیاز و منصب کی تقدیس کا ڈھنڈورہ پیٹتے تھے۔ سماج میں اونچ نیچ اور طبقاتی کشمکش کو خدا کی شریعت کا جز بتا کر انسانوں کو کتوں کے آگے ڈال دیا گیا اور مذہبی جوہر انسانی نسلی اغراض کی خادم بن گئی۔ دینی منصب داروں اور بھولے لوگوں کے دماغ میں پھوڑے رِس رہے تھے۔ ملکوں ملکوں میں دین حق بھلا دیا گیا تھا اور خود رو گھانس کی طرح مشرکانہ رسومات نے بھوت کے ڈیرے لگا رکھے تھے صالح انسانوں نے علیین میں اپنے اعمال نیک کا بدلہ پانے کی جگہ پر قیام فرمایا۔ اور زمین پر ان کے اجسام کی پرستش کرتے کرتے قبر پرستی کی ایک مستقل شریعت ایجاد ہو گئی۔ ملت موسوی مردہ پرستی میں خوب خوب نیک نام ہوئی اور ملت عیسوی اور

اور نصرانی بھی اس دلدل میں خوب پھنسے اور بھی اس روگ سے نہ بچ سکے۔ عالم ارواح کے رشتے ناطے میں جھوٹے لوگ اپنی کذب بیانی سے توحید کی چٹانوں کو کھسکانے لگے۔

شرک کا صفایا: زمین پر اہل توحید شاید دس پانچ باقی ہوں گے اور وہ بھی چوٹ کھا کر زخمی شیر کی طرح پڑتے تھے یا انگاروں بھری چتا پر ڈال دئے گئے تھے۔ خود سے ناواقف، اور نامعلوم صلاحیتوں میں پڑے ہوئے یہ چند لوگ بھی زمانی رقبہ میں محدود تھے۔ پھر اصلاح انسانیت ہو تو کیوں کر ہو۔ پس نبی صاحب جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے ان تمام بکھرے عناصر کو آواز دی اور چند نفوس قدسیہ نے حضور کی اتباع میں شہروں قصبوں نہیں ملکوں نہیں بلکہ ہر براعظم سے اور تمام دنیا سے شرکیہ دین و مذہب کا صفایا کر دیا۔

بانسری کا سُر بدل گیا: امر بالمعروف یعنی بھلی بات، اچھی اور نیک بات جس کی بنیاد ناقابل تبدیل ہے، جو تنکوں کو سونا بناتی ہے اور قبول عام میں اسے بڑی آسانی انسانی اخوت کی لڑیوں میں جوڑ پیدا کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ محفوظ بنیادوں پر بھلائی کی بات دماغوں کو مسخر کرتی ہے اور دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔ نفرت و غصہ پر محبت و خلوص غالب آتا ہے معمولی سی کھینچ تان کے بعد بھلی بات کہنے والے اپنی محبت بھری آواز سے دلوں کو ایسا گھائل کرتے ہیں کہ نیکیوں کا چلن زندہ ہو جاتا ہے۔ ہاں اس راہ میں اہل ایمان کا خلوص بڑا کام کرتا ہے پھر نبی کی موجودگی میں ایسے گروہ کی تربیت میں خلوص کا کیا کہنا۔ بہت جلد حضور کے تھوڑے

ساتھیوں نے بھلائی اور نیکی کا سکہ رواں دواں کر دکھایا۔ بہترین فن خطابت سے اور نفرت کے گیت گانے والوں نے اپنی بانسری کے سُر بدل دئے۔ داعی حق نے بانسری توڑنے کے بجائے نغمے بدل دئے۔ بس کیا تھا بھلی بات گلے کی آواز بن گئی۔ لاابالی پن نے اپنے کابوس سے نجات حاصل کر لی اور معاشرہ ذمہ دارانہ طور پر معروف یعنی نیکی اور بھلائی کی بات کو بیچانے لگ گیا اسی لئے فرمایا کہ یامرھم بالمعروف۔

پنجہ آزمائی: لیکن جب نہی عن المنکر کا موقعہ آتا ہے یعنی ناپسند اور بری باتوں سے لوگوں کو منع کرنے کا وقت آیا اور اہل حق کو ننگی تلواروں کے نیچے سانس لینا پڑا۔ مادی عروج یا سیاسی عروج کے لئے یہ کام تو اہل حق کبھی کرتے نہیں صرف رضائے الٰہی کے تحت بیکار سی باتوں سے عوام کو نجات دلانے کی ہلچل شروع ہوتی ہے لیکن داعیان حق کو ایسی کچھ خود شکنی، عارضی ہلاکت، وقتی محرومی یا دائمی خطرہ مول لینا پڑتا ہے جس کی مثال غیر دینی یا غیر اصلاحی تحریکات میں ملنا سخت مشکل ہے۔ ظالمانہ رسم و رواج کو مٹانا گویا پتھروں سے سر ٹکرانا ہے۔ دین کو اس کی ہٹی ہوئی چول کے ساتھ فٹ کر کے دوبارہ گردش میں لانا REGULATE کرنا بہرحال کوئی آسان کام نہیں ــــ حق لازوال ہے۔ باطل متفرق اور راہی ہے، الٹ پلٹ اور ادل بدل ہوتے رہتا ہے۔ بہروپیا کی طرح بدلتا رہتا ہے۔ باطل تو پوشیدہ ابلیس کی تمام تر کوششوں کا خطرناک مظہر ہو کر بھی حق کی ایک ہی چوٹ سے بلبلا اٹھتا ہے۔ پھر کیا پوچھنا اہل حق کو سورج گرہن کی طرح گھیرا پڑتا ہے۔

قسمت کے دھنی: لیکن اقبال مند اہل حق جو خیر مرد ہوتے ہیں اور ان کی دعوت وحی و نبوت کے مضبوط سائے سے مربوط ہوتی ہے۔ تب اس سنگ موسیٰ کو توڑ لینا باطل کے لئے آسان نہیں۔ بلکہ حق پرستوں نے اس موقعہ پر اہل باطل کی قبائے غرور کو تار تار کر دیا اور جھوٹوں کی امیدوں کو پامال کر دیا پھر جب آمنا سامنا ہوا تو ترغیب و ترہیب، نصرت و دعوت یا دار و گیر گرفت کے بجائے مشرکانہ عقائد والی ظالم طاقتوں کو پوری بے دردی سے جو ظلم سے کبھی بھی آلودہ نہیں رہی کچل دیا گیا تا کہ اہل حق

پھر کبھی حق پرستوں پر تہمت نہ لگا سکیں کہ اپنے مسلک کے لئے یہاں کوئی زبانی دینے والا نہیں۔ بس شرک کی نفسیات اب دلیل و برہان کی بجائے شیشہ گری کے فن میں جا کر پناہ لینے لگی۔ اور اس ظاہری پہاڑ کی کھوکھلی جڑوں کا پتہ اہل عالم پا گئے۔ اب کسی دور بینی کی ضرورت نہیں رہی کہ ان پتھروں یا بے جان لاشوں کو نافع و ضار مان لینے میں بنی آدم کا عام طبقہ کوئی لیپا پوتی کی راہ لے بلکہ حق جہاں بے نقاب اور واضح ہوا وہاں باطل بھی عریاں اور برہنہ کرکے دکھا دیا گیا۔ خداؤں کی فہرست اب سمٹنے لگی۔ مکر و فریب نے زندگی سے ہاتھ دھوئے۔ بادشاہین اہل توحید عالم میں چھانے لگے اور ہر جگہ سو بار مر کے جینے کی تمنا میں ایک ہی بات تھی کہ بس ہمیں شہادت نصیب ہو کہ ہماری موجودگی میں حق نہ چھپ جائے اور باطل ناپید ہو یا محبوس ہو کر شیطان کی سنڈیا میں نہیں پڑا رہے۔ لیکن اب انسانیت کو تعفن اور سڑاند، بدبو اور گندگی پر ہری چادر ڈال کر دھوکہ نہ دیا جا سکے چاہے ہم رہیں یا نہ رہیں۔

جاہلیت کے حلال و حرام

خدا نے جب شریعت کا قیام ہو گیا تو اسے مفصل اور واضح بھی کر دیا تاکہ کرنے نہ کرنے کے کاموں میں خدائی ضابطہ سب کو معلوم ہو جائے۔ اب دانش مندوں کو نرمی یا دلسوزی بتانے کی ضرورت نہیں۔ کسی انسانی سوجھ کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف خدائی احکامات درکار تھے کہ انسان انہیں کیا کریں کیا نہ کریں۔ بس خدا نے اپنے نبی پاک کے ذریعہ تمام حلال و حرام کو واضح کر دیا۔ ایک تو کتاب میں جو کلام الٰہی ہے اور ایک نمونۂ نبوی میں جسے سنت رسول کہا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب جدید کے معماروں کے لئے قرآن ایک لازمی اور مفصل حکمرانی ہے، صواب ناصواب، حلال و حرام سب کچھ اب واضح اور کھلے ہوئے ہیں۔ انسانیت کی تشکیل نو کے لئے سرحدی لکیر واضح ہے اور یہی خاتم کی ایک کامل و اکمل نمونۂ زندگی ہے۔ انسانیت اس سے پہلے اغلال میں گرفتار تھی طوق و سلاسل میں جکڑی ہوئی گرفتار بلا۔ اسے چھڑانے کے لئے کسی جذباتی انسان کا خاکہ کام نہیں دے سکتا۔ جو روز بروز بدلتا ہو یا دھندلی کرنوں کو دیکھ کر اسے روشنی سے مطابق تصور کر لیا جائے یا کسی ملمع ساز، نظر فریب، عارضی دعویدار کا کام بھی نہیں کہ وسیلہ کذب یا کسی خاندانی کے روپ میں وہ انسانیت کو نجات دلا سکے۔ یا انتشار پسند طاقتوں کا بھی کام نہیں کہ تخت اور کرسیوں کی بے وفائی کو جانتے ہوئے بھی جھوٹی مردانگی سے یا کسی معاشی استحصال سے عوام کو چھڑانے کے لئے کوشاں ہوتے ہوں۔ چونکہ انتشار پر ہمیشہ باطل ہی سر پر سوار ہوتا ہے اور اعتماد علی اللہ اور عنصری زندگی و دعوت حق میں ہمیشہ بے رحم طاقتوں کے مقابل نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر داعیان حق اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان حق پرستوں کے سردار اعظم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا کیا کہنا کہ آپ نے کسی ناگوار انفعال یعنی مستقبل کا بھیانک اندیشہ یا ماضی کی ناکامی پر کسی اداسی یا حسرت و رنج کیے بغیر اس بھاری بوجھ کو اٹھا کر پھینکا یا جو کسی بھی تمام یا اشتراک کی ناکامی یا فتح کا خیال دل میں لائے بغیر "یضع عنھم اصرھم" ان کے بھاری بوجھ اتار پھینکنے کا فریضہ انجام دے ڈالا۔

تلوار کی دھار

انفرادی دعوت و تبلیغ سے تلوار کی دھار تک جب کہ زمانۂ سابق میں اور اب بھی ظالم لوگ کبھی کبھی تلوار بازی میں مذہب کو بھی مدد کے لئے بلا لیتے ہیں تاکہ جس متوازی شاخ پر انسان کا نشیمن اور آشیانہ اور اس پر پوری انسانیت بیٹھی ہے۔ اسی پر تلوار چلا دی جائے۔ بیچارہ مذہب بھلا کیوں یہ کام کرنے لگا۔ لیکن جو ظالم ہوتے ہیں وہ چالاک اور دھوکہ باز بھی ہوتے ہیں اور جو مذہبی ہوتے ہیں وہ سیدھے اور سادے آدمی ہوتے ہیں اس لئے بار بار وہ اس فتنہ میں پھنس کر صدیوں سے بدنام ہوتے رہے ہیں حالانکہ تلوار بازی میں مذہب کو بدنام کرنے میں ماضی تا حال یکساں طور کی (TECHNIC) چالاکی کام کر رہی ہے لیکن صاحب قرآن نے انسانی بوجھ کو اتارتے وقت مزاحم طاقتوں کی بالادستی کو صرف اس بنا پر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چند ہتھیار لوہاروں کے یہاں سے بنا لاتے ہیں اور عام انسانوں پر انہیں اوزاروں کی دھاک سے اپنی من مانی لادے رہتے ہیں۔ پس اس موقعہ پر دعوت و تبلیغ دلکش ترغیبات، درس مساوات کے پیغام سے ابدی محرومی رکھنے والے بدخصلت ظالموں کے اس دلخراش طرز کی پرواہ کئے بغیر کہ تلوار کے زور سے اپنی پھیلا دی۔ پوری جرأت سے اس لادینی طاقتوں کا زور شمشیر صفایا کر دیا جو عام انسانوں کو شرک میں مبتلا کرکے انہیں طبقات میں تقسیم کرکے [illegible] کھائے چلی آ رہی تھیں۔

تشکیل امت

دلدل میں پھنسی انسانیت کو دشمنان انسانیت کی دھونس سے چھٹکارا دلانے کے لئے منظم امت کی تشکیل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لئے حضور نے اپنے تمام تر متبعین کو جو ابتداءً صرف اوراق تھے کتاب نہیں بنے تھے اور جماعت کی تشکیل ہو چکی تھی مگر اقتدا اور امامت کا موقعہ نہیں آیا تھا، محراب بن گئی تھی علماء و مجاہدین ڈھل رہے تھے۔ پس آپ نے علماء کو گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار کیا، پاکباز انسانوں کے ہاتھوں میں ہتھیار دئے تاکہ پوری حسن نیت سے ان کامیاب حریفوں کو تمام فتنہ سامان اور جنگجو شخصیتوں، سلاطین، چودھریوں، نمک خوار درباریوں اور تمام نمک حلال خان لوگوں کی راہ میں سنگ گراں ڈالا جا سکے۔ اور ان کے ہاتھوں سے لوہاروں کے بنے ہتھیار چھینے جا سکیں تاکہ انسان محفوظ ہو جائے۔ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والی تمام تر طاقتوں کو صاعقۂ حق کی بھاری ضرب سے بجھا دیا جائے، اور ان کے ہاتھوں ہتھیار کی جگہ قلم و کاغذ دیا جائے۔ ن والقلم وما یسطرون۔

دو موسم کا میل

کون نہیں جانتا کہ ایک موسم کے بعد جب دوسرا موسم شروع ہوتا ہے تو دونوں کے درمیانی ایام میں لوگوں کو کچھ کھانسی، سردی، بخار، جاڑا گرمی، ہیضہ، متلی، قے شروع ہو جاتی ہے چند دنوں تک ایسا ہوتا ہے۔ پھر جب دوسرا موسم اپنا بھرپور سایہ ڈال دیتا ہے تب یہ عوارض ختم ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبی کی دعوت و تبلیغ دور بینی، عاقبت اندیشی، عقل و خرد کو اکسانے کی پالیسی پر مبنی رہتی ہے۔ اور یہ عام انسانوں کو نہال کر دینے والی پالیسی ہے لیکن جب مزدور ظالم سامنے آتے ہیں، کشمکش کی دعوت مبارزت دیتے ہیں۔ بدبخت و لعنتی مہاجن جب بیوہ کے سر کا دوپٹہ اور یتیم کی قمیص اتارنا چاہتے ہیں، حمیت دین حنیف کو ابلیس کا لشکر چیلنج دیتا ہے۔ اور خود حق کی قیام گاہ کے ارد گرد گھیرا ڈالتا ہے تب کیا کسی نبی یا رسول نے چپ چاپ ان ظالموں کا لقمۂ اجل بننے کے لئے حق پرستوں کو وہی بدھا کی مسکراہٹ والی تبلیغ کا نمونہ سنانے کا حکم دینا چاہئے؟

کیا کوئی طبیب حاذق اپنے کسی مریض کو جب کہ وہ تپ دق میں مبتلا تھا اور ایک نسخہ اسے دیا گیا تھا۔ لیکن اب مرض ہیضہ کا شکار ہو گیا۔ تب کیا طبیب کو اپنے نسخے میں ہیضہ کی دوا نہیں لکھنی چاہئے؟

پس یہی بات ہے نبی برحق عام بنی آدم کو نجات دلانے کے لئے اور بوجھ سے دبی ہوئی دکھیاری آبادیوں کو سکھ چین کا سانس لینے کے لئے ان کا وہ بوجھ بھی اتار دیتا ہے جو ہتھیاروں کی دوڑ میں ان پر لاد دیا جاتا ہے، اور پھر اسے بندھی ہوئی ڈور کی الجھی ہوئی رسیوں کو کاٹ دینے میں کوئی ڈر اور جھجک کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔

الذین یبلغون رسٰلٰت اللہ و یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسیبا۔
(۳۳-الاحزاب-۳۹)

(اور جو لوگ خدا کا پیغام جوں کا توں پہنچا دیتے ہیں اور صرف خدا ہی سے ڈرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔ اللہ ان کی نگہبانی کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔)

خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر خریداری ضرور تحریر کریں۔

بقر عید کے مبارک موقع پر منظر عام پر آ رہا ہے
ہفت روزہ
زمزم
بنگلور 560008
مدیر: صلاح الدین خان
8-9 مرفی ٹاؤن مارکٹ، بنگلور-560008

شرق اوسط کی ڈائری کا ایک ورق

جزیرۃ العرب سے کچھ باتیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ترجمہ: شمس الحق ندوی

(۱۹۵۱ء میں مولانا حجاز سے مصر تشریف لے گئے، حجاز سے رخصت ہوتے وقت مولانا اس مقدس سرزمین سے مخاطب ہوئے اور اپنی ڈائری (مذکرات سائح فی الشرق العربی) میں اس کو قلمبند کیا۔ یہ اسی ڈائری کا صفحہ ہے جس کا اردو ترجمہ (شرق اوسط کی ڈائری) کے نام سے انشاء اللہ عنقریب شائع ہوگا)

رخصت اے جزیرۃ العرب چھوڑ کر نہ اکتا کر، یہ سفر تیری ہی خاطر اور بحر احمر و بحر ابیض متوسط پر پھیلے ہوئے تیرے ہی عزیز خاندان سے ملنے کی غرض سے ہے میں اسکو ترا سلام پہونچاؤں گا، اور تجھ سے جدا ہونے کے بعد زمانے کی دست و برد نے اس کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کو دیکھوں گا تو نے اس خاندان کو عالم کے جو پیغام سونپا تھا اور اس پر جس امانت کی ذمہ داری ڈالی تھی اس کے ساتھ اس نے کیا معاملہ کیا اس کو دیکھوں گا، دوبارہ پھر میں انشاء اللہ تیرے پاس لوٹ کر آؤں گا۔ اور عرب اور اسلامی ملکوں میں اچھا برا جو کچھ بھی دیکھوں گا۔ تیرے فرزندوں میں وفاداری و بے وفائی کی جو بھی حالت دیکھوں گا اس کو پوری امانت داری کے ساتھ بے کم و کاست صاف صاف بیان کروں گا کہ قافلہ کا پیشرو اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا، واقعات کو بیان کرنے میں مداخلت اور مبالغہ آمیزی اور خوش گمانی، تباہ کن جھوٹ اور بربادی کا پیام دینے والی خیانت ہے۔

— یہ وعدہ پورا کرنے کا وقت ہے۔

اے عزیز و محبوب جزیرۃ العرب! مجھے تجھ سے یہ بیان کرتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ تیرا عرب خاندان اب تک اسلام ہی سے اپنا رشتہ جوڑتا ہے اور اپنی عربیت پر فخر کرتا ہے، وہ اپنا تعلق برابر تجھ ہی سے جوڑتا ہے اور اپنے دین و زبان کو تیرے ہی دامن کے دونوں سرچشموں (مکہ و مدینہ) سے منسوب کرتا ہے، وہ اپنی تاریخ کی ابتدا اسی دن سے جوڑتا ہے جس دن غار حرا سے رشد و ہدایت کی روشنی چمکی اور ظلمت کی ماری دنیا کی صبح صادق نمودار ہوئی، اور ان ملکوں نے تیرے ادبی اور ثقافتی ورثہ کو اپنے دامن میں جگہ دی، تیری زبان کو اپنایا اور اسی کو سینے سے لگا لیا، اور ان دونوں سرمایوں میں اتنا زبردست اضافہ کیا جو تیرے تصور میں بھی نہ تھا، اور نہ تیرے جاہلی شعراء کے وہم و گمان میں تھا۔ تجھے اس پر شکر و اعتراف کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ ملک تیری زبان و قومیت کے وفادار ہیں، تیری ثقافت و تاریخ کے وفادار ہیں۔

تیرے عرب خاندان نے اُس دین سے ایک دن بھی اپنا تعلق نہیں توڑا، جس کا تو نے اس کو رخصت کرتے وقت عہد لیا تھا اور ہدایات دیکر دنیا کو فتح کرنے اور جاہلیت کے پھندوں سے اسے آزاد کرانے کے لئے بھیجا تھا، حاسدوں اور بدخواہوں نے اسلام سے اس عزیز خاندان کے تعلق کو توڑنے اور پہلی جاہلیت کی طرف لوٹنے یا نئی جاہلیتوں کو اپنا لینے کی کتنی ہی کوششیں کیں، اسلامی عقیدہ سے الگ ہو جانے اور اتحاد اسلامی سے کٹ جانے کو کتنا ہی اس کے سامنے بنا سنوار کر پیش کیا کہ وہ کمزور قومیت اور تنگ وطنیت کو اختیار کر لے مگر غیرت و ہر شہر میں اور بھی اس کی روح بھڑکی، اور دینی غیرت جوش میں آئی اور اس دین پر اس کا ایمان و یقین اور بڑھ گیا اور مفسدین کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا۔

میں نے قوموں اور قبیلوں کے کسی خاندان کو اس عرب خاندان سے زیادہ باوفا و امانت دار، ماضی سے گہرا تعلق رکھنے والا اور زبان کے معاملہ میں غیرتمند نہیں پایا جو شرق وسطیٰ میں رہتا ہے، جو تہذیب کے دھاروں اور سیاسی کشمکش کے رخ پر ہے، ہر چیز بدل گئی یہ خود بھی اپنی تہذیب و ثقافت، ادب و زندگی میں بہت کچھ بدل گئے۔ لیکن وہ برابر اپنے دین پر قائم اور زبان پر سختی سے جمے ہوئے ہیں۔

اے جزیرہ! تیرے فرزندوں کی یہ وفاداری و استقامت تجھے مبارک ہو۔ عالم عربی میں یقیناً بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو تجھ کو اور اگر دوبارہ زندہ ہو جائے تو تیری پہلی نسل کو خوش کریں گی۔

اذان سے فضائیں اب بھی گونجتی ہیں برجیوں سے توحید و رسالت محمدی کا اعلان اب بھی برابر ہوتا رہتا ہے، نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت ایسے دلکش عربی لہجہ میں ہوتی ہے کہ اگر تو سنے تو جھوم اٹھے اور تجھے یہ خیال ہو کہ وہ صرف انہیں ملکوں میں پڑھا گیا ہے، اگر تو علماء کو اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اور دینی موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے سنے تو بلاشبہ تجھ کو یہ گمان ہو کہ قرآن صحیح معنوں میں اسی زمانہ میں سمجھا گیا، وہاں علم کی خدمت ہو رہی ہے، اس کی نشر و اشاعت جاری ہے وہاں ہر روز دینی کتابوں کا ایک ایسا سیلاب امنڈتا ہے جو نیل کے اس سیلاب سے کم نہیں جس کا دھارا تیرے شرق سے مغربی دنیا کی طرف چلتا ہے، میں ان تمام باتوں کی شہادت دیتا ہوں اور تجھے اس پر مبارکباد دیتا ہوں، اے عالم عربی کے مرکز! تو اپنی آنکھ ٹھنڈی کر اور خوش ہو، تجھ سے بڑھ کر اس بات پر خوشی کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟ تم سے بڑھ کر مبارکباد کا حقدار کون ہے؟

لیکن جدہ بندرگاہ پر تجھ کو الوداع کہتے ہوئے میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تجھ سے کوئی بات نہ چھپاؤں گا اور واپسی میں میٹھی و کڑوی ہر بات تجھ کو سناؤں گا اور تجھ سے اپنے سفر کا ہر تاثر خواہ وہ باعث غم ہو یا باعث مسرت تجھ سے بیان کروں گا۔ تو نے تو بہت پہلے کہا تھا، کہ مرد آزاد جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا کر دکھاتا ہے۔

محبوب جزیرۃ العرب! مجھ میں نہیں آتا کہ اپنے ملے جلے احساسات کی تعبیر کس طرح اور کس انداز میں کروں، اس طویل سفر میں جو کچھ میں نے پایا اور جو کچھ کھویا اس کو کن الفاظ میں بیان کروں، دو متضاد صورت حال کی عکاسی کیونکر کروں درد و تکلیف، امید و آس سے پر مشتمل صورت حال کو کس زبان میں ادا کروں۔

اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لئے میں پہلے اپنے ملک کے ایک مسلم شاعر کے الفاظ مستعار لیتا ہوں جس نے مجھ سے پہلے عالم عربی کو دیکھا اور اس سے بہت غمزدہ و رنجور واپس ہوا تھا وہ دو شعروں میں اپنے سفر کا خلاصہ بیان کرتا ہے، یہ شاعر ڈاکٹر محمد اقبال ہیں جو کہتے ہیں۔ ع

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب
وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

اے جزیرۃ العرب! تجھ سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اس اذان کا سرچشمہ جس سے پہاڑ لرزتے و تھراتے تھے اور وہ سجدہ جس سے زمین پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی، ایمان سے بھرپور، شوق و محبت سے لبریز، موت پر جری، شہادت کا شائق، دنیا سے بے نیاز اور مادہ سے مستغنی دل تھا، ایک زمانے سے یہ دل کمزور ہو چکا ہے، مغربی مادیت و مادہ پرستانہ تعلیم نے اس پر ظلم کیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زندگی کا ہر شعبہ و ہر ڈھانچہ متاثر ہوا۔ وہ مسجد و مدرسہ، گھر و بازار ہر کہیں عام ہو گیا اور اسے ہر شخص نے جو احساس سے عاری نہیں ہے محسوس کیا، حتیٰ کہ کل دمشق میں امیر الشعراء شوقی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ؎

فلا الأذان أذان فی منارته
اذا تعالی ولا الأذان آذان

(مناروں سے بلند ہونے والی یہ اذانیں وہ نہیں ہیں جو پہلے ہوا کرتی تھیں۔ نہ سننے والے کان وہ کان ہیں۔)

اس تبدیلی پر میں نے ان شہروں سے جن میں تیرے ہی خاندان کے لوگ آباد ہیں بہت کھری کھری اور دو ٹوک باتیں کیں بالکل اس طرح جیسے ایک مخلص دینی خواہ کسی سے خصوصی دینی گفتگو کرتا ہے، لیکن مجھے یہ جواب ملا کہ اس تبدیلی کا ذمہ دار تو جزیرۃ العرب ہی ہے، وہی سارے عالم کی زندگی و توانائی و روح کا سرچشمہ تھا، وہ عالم عربی ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم کی نسوں اور اس کی رگوں کو نیا خون تقسیم کرتا تھا، مگر اب زمانہ میں ایمانی زندگی کا خون عطا کرنے کے بجائے وہ پٹرول تقسیم کرنے میں لگ گیا اور دنیا کو ایمان کا سامان اور روح کی غذا دینے کے بجائے بے حسی مال حاصل کرنے پر قانع ہو گیا۔

اے محبوب جزیرۃ العرب! میں نے تیری طرف سے بہت صفائی پیش کی جس کا خالد کی بحث و مباحثہ کا ملکہ حاصل ہے، مگر اس سلسلہ میں

حقائق سے تیری زبان بند کردی۔ اب تو ہی جس طرح چاہے اس کو مطمئن وخاموش کرے اور اپنی دلیلوں سے اس کو مطمئن کرے کہ وہ تیرا خاندان ہے اور تجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

خواہ تیری کوتاہی ہو یا نہ ہو، اس افسوسناک تبدیلی کا ذمہ دار تو ہو یا کوئی اور، بایں ہمہ میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ میں نے عالم عربی میں تیز اور وسیع اسلامی نشو ونما کے آثار، اور طلوع صبح نو کے خوش کن علامات دیکھے ہیں، اب وہاں کی رائے عامہ بیدار ہونے لگی ہے۔ دلوں میں سخت بے چینی اور بگڑے ہوئے حالات کے خلاف شدید غیظ وغضب سرگوشیاں کرنے لگا ہے اور ملکوں میں اس کے اثرات بھی پڑنے لگے ہیں۔ مغربی تہذیب اور اس کی قدروں کے خلاف سخت ردعمل کی تحریک نمودار ہو گئی ہے۔

اب مغرب کی قیادت اور اس کی عالمگیر ہدایات کے خلاف جس کو اس نے دنیا پر مسلط کردیا ہے اب عربوں پر اس کو لابدی قرار دے دیا ہے بلکہ اس کے مال اور خزانوں اور پیداوار پر اس کی اس طرح فرمانروائی رہی ہے، جیسے وہ بے وقوف، پاگل یا کمسن بچہ ہے اب اس کے خلاف سیاسی وفکری بغاوت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

سو کر اب عرب ممالک حقیقت کو سمجھنے لگے ہیں اور انہوں نے ایک ایسے شریف انسان کی طرح جو اپنی عزت وانسانیت پر یقین رکھتا ہے۔ اپنی عزت وشخصیت کا وزن محسوس کرتا ہے۔ ایک ایسے زندہ انسان کی طرح جو غصہ سے اتنا ہی واقف ہے جتنا رضا وخوشی سے، وہ بغاوت کا بھی حق رکھتا ہے، اگر اس کے اسباب ومحرکات پائے جائیں۔ اب عالم عربی مغرب کے سامنے عرصۂ دراز تک جھکنے اور اس پر اعتماد کرنے اور اپنے آپ کو اس کی گاڑی سے جوڑے رہنے کے بعد کبھی کبھی اس کا انکار کرنے لگا ہے، چنانچہ اب وہ اپنے آپ کو مستقل بالذات اور دنیا کے خاندان کا ایک کارآمد و باعزت جزو سمجھنے لگا ہے، وہ خیر وشر کو جانتا اور دوست ودشمن میں فرق کرتا ہے، صلح وجنگ، عہد وپیمان اور کسی سے دوستی کرنے میں اپنے حق کو محفوظ رکھتا ہے۔

عرب ممالک پوری لگن کے ساتھ صحیح ترقی اور آزادی کی طرف بڑھ رہے ہیں اب وہ وطنی مصنوعات وپیداوار، خود کفالتی اور ضروریات زندگی میں غیر ممالک سے بے نیازی کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہیں ان میں سے بعض ممالک تو اس مقصد کی طرف قدم بھی بڑھا چکے ہیں اگرچہ یہ رفتار عرصۂ تک بوجھ سے دبے ہوئے ہانپتے وکراہتے شخص کی طرح سست ومحدود ہے لیکن وہ اس بچہ کی طرح جو عرصۂ دراز کے بعد دھیرے دھیرے چلنا شروع کرتا ہے چلنے لگے ہیں جب کہ اس سے پہلے وہ مغرب کے دئے ہوئے عطیات، سامان وآلات سے چل جاتے تھے۔ اب ممالک عربیہ عرصہ تک موت کی لذت سے ناواقف رہنے اور اس کو چھوڑے رکھنے کے بعد موت سے کھیلنا سیکھ رہے ہیں۔ اب وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ زندہ وہی رہ سکتا ہے جو مرنے کے لئے تیار ہو۔ اب وہ یہ کہنے لگے ہیں۔ کہ ؎

جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہو جائے

سب سے بڑی چیز، جو دلوں میں امید کی کرن پیدا کرتی ہے اور خوش کن اسلامی مستقبل کی خوشخبری دیتی ہے وہ عالم عربی میں نئے ایمان کے آثار کا ظہور پذیر ہونا ہے جزیرۃ العرب! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تیرے عزیز خاندان بلکہ پورے عالم اسلامی کو کسی نئے ایمان یا عقیدہ کی ضرورت نہیں ہے، وہ دین جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے وہی ابدی دین اور آخری پیغام ہے اور وہ آج بھی زندہ وجاوید قوی وتوانا ہے، گو زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے، تاہم وہ سارے عالم کی رہنمائی اور ہر زمانے کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، مگر تیرا وہ خاندان جو اس دین کو اپنائے ہوئے ہے اس کو اس ابدی اور ہر زمانے ونسل کے لئے آئے ہوئے دین پر اپنے ایمان ویقین کو پھر سے تازہ کرنے کی اشد ضرورت ہے، اس کا ایمان کمزور ہو چکا ہے اور اب نئے نئے فتنے پیدا ہو گئے ہیں۔ غلو پسند دعوتیں سرگرم عمل ہی نہیں ہیں بلکہ وہ جڑ پکڑ چکی ہیں، مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں، عالم عربی ان فتنوں، مشکلات، اور دعوتوں کا مقابلہ کمزور ایمان سے نہیں کر سکتا، بلکہ اس ایمان سے تو وہ کسی معمولی صدمہ کو بھی برداشت نہیں کر سکتا کسی خواہش پر غالب آنا، انانیت پر قابو پانا، مشکل کو برداشت کرنا یا کسی دعوت کے مقابلہ میں کھڑا ہونا تو اس کے لئے مشکل ہے، یہ تو ٹوٹا پھوٹا ایمان ہے۔ وہ ایسے زمانہ میں جب کہ معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے، زندہ نہیں رہ سکتا نہ سنبھل سکتا ہے۔

لیکن اس سفر میں میں جن ممالک سے گزرا ہوں ان میں میں نے ایمان کی صبح نو کے آثار دیکھے ہیں، یقیناً میں نے تازہ دم وبھڑکتا ہوا ایمان دیکھا ہے۔ میں نے ایسے نوجوان دیکھے جن کی ان کے رب نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

"انھم فتیۃ آمنوا بربھم وزدناھم ھدی وربطنا علی قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوٰت والارض لن ندعو من دونہ الٰھا لقد قلنا اذا شططا، ھٰؤلاء قومنا اتخذوا من دونہ آلھۃ لولا یاتون علیھم بسلطان بین فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا۔"

(وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے، اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کردی تھی، اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دئے جب کہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے، کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بیجا بات کہی، یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی مکمل دلیل کیوں نہیں لاتے، تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگا دے)۔

یہ نوجوان اگرچہ عمر میں زیادہ، مگر ایمان میں قوی وتوانا ہیں، وہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان نہیں جتلاتے بلکہ خدا کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے ان کو ایمان کی ہدایت سے نوازا اور اسلام کی دولت سے سرفراز کیا، وہ کسی اور چیز سے زیادہ اپنے دین پر فخر کرتے ہیں، وہ لوگ اس دین کی طرف پرانے سرمایہ اور فرسودہ آثار کی طرح نہیں دیکھتے، یا اس درخت کی طرح نہیں دیکھتے جس کا نمو ختم ہو گیا ہو اور اس نے پھیلی دنیا چھوڑ دیا ہو، وہ اسکو ابلتے ہوئے چشمے کی طرح دیکھتے اور اس سے قوت وزندگی حاصل کرتے ہیں، وہ اسے تابندہ ودرخشاں سورج کی طرح دیکھتے اور اس سے روشنی وحرارت حاصل کرتے ہیں اسلام ان کی زندگی میں سرسری اور کیف ما اتفق نہیں ہے۔ بلکہ قلب وجگر اور عقل وروح کی طرح ان کی رگ رگ میں رچا بسا ہوا ہے، وہ اس کو بہت سے دینوں کی طرح ایک دین نہیں سمجھتے، یا مختلف نظامہائے حیات کی طرح اس کو بھی ایک نظام نہیں سمجھتے، بلکہ تنہا اسی کو دین حق اور اسکے ماسوا کو ضلالت وگمراہی سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک اس سے وہی شخص صرف نظر کر سکتا ہے جو بے وقوف وکھوٹی عقل کا ہو، یہ وہی لوگ ہیں جن سے عہد اول میں اسلام نے ترقی کی، اس زمانہ میں بھی انھیں سے ترقی اور بقا ودوام حاصل کرے گا۔

عالم اسلام و عالم عربی کی نشأۃ ثانیہ ایک حقیقت ہے جس میں شک اور بحث ومباحثہ کی گنجائش نہیں۔

لیکن مجھے جس بات کا ڈر ہے وہ یہ کہ یہ تمام ممالک تجھ سے بڑھ جائیں اور تیرا دور بہت پیچھے رہ جائے، تیرا حق ہے کہ تو ان سے آگے بڑھے اور اس مبارک نشأۃ ثانیہ کی قیادت کرے کہ تو ہی اسلام کی اصل روح ومرکز اور بلد امین ہے

بہرکیف اے جزیرۃ العرب! نہ میں عالم عربی سے مایوس ہوں اور نہ تجھ سے میں شاعر اسلام اقبال کی زبان سے کہتا ہوں ؎

نہیں اقبالؔ نا امید اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

جزیرۃ العرب یہ تیرا ہی حق ہے کہ اس زرخیز مٹی کو زمزم کے پانی سے سیراب کرے یا آنسو وخون سے، تو جس طرح چاہے کرے، جیسا کہ تو نے ابتداء اسلام میں اس کو سیراب کیا تھا پھر زمین سرسبز وشاداب ہو جائے گی۔

اللہ خوب واقف وباخبر ہے۔

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ سے شائع کیا۔

انگریزی میڈیم کی اسکولوں میں پڑھنے والے طلباء کے لئے

ایک بہترین تحفہ

عقیدۂ توحید ورسالت کی حقیقت کو دلنشین پیرائے میں سمجھانے کے لئے سوال وجواب کے انداز میں ترتیب دی گئی کتابوں کا ایک سیٹ

"ONLY ONE GOD" & "MESSAGE & THE MESSENGER"

"صرف ایک خدا" & "پیغام اور پیغامبر"

دو کتابوں کے سیٹ کے لئے ۵ روپے ۲۵ پیسے، مصارف ڈاک وپیکٹ کور ۲۵ پیسے

شائع کردہ

شاہین بک ایجنسی

Shaheen BOOK AGENCY

۲۲-۲۴ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، پائیدھونی بمبئی ۴۰۰۰۰۳

فون ۳۲۶۱۲۴

ایک بلند پایہ ندوی مصنف

دانیال احمد بھٹکلی ندوی

★

۱۴ر نومبر کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قدیم فرزند بلند پایہ مصنف مولانا سید ریاست علی صاحب ندوی اس دنیا سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ روح فرسا خبر فرزندان ندوہ پر ایک مرتبہ اور بجلی بن کر گری، ابھی مولانا محمد اویس ندوی کے سانحۂ ارتحال سے دل زخم خوردہ ہی تھے کہ مولانا سید ریاست علی ندوی کی خبر وفات نے زخم جگر کو پھر تازہ کردیا ایسی گنی چنی ہستیوں کا جدا ہو جانا ایک بہت بڑا خلا ہے جس کا پُر ہونا مشکل ہے۔

مولانا سید ریاست علی ندوی مادر علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ان ہونہار وقابل فخر فرزندوں میں سے تھے جو اپنے علمی وقار، افکار کی بلندی، تحریری بے ساختگی وپختگی، سنجیدگی ومتانت، اسلوب کے بانکپن، تصنیفات کی کثرت کی وجہ علمی وتحقیقی دنیا میں ممتاز ونمایاں مقام رکھتے ہیں، مولانا کی ولادت اپریل ۱۹۰۴ء مطابق صفر ۱۳۲۲ھ بمقام انبگا گیا (بہار) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید بشارت علی تھا، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے ندوہ میں داخل ہوئے اس زمانہ میں ندوے کے مہتمم مولانا حفیظ اللہ صاحب اعظمیؒ تھے، تفسیر مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرامیؒ، حدیث شریف مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکیؒ، فقہ مولانا شبلی جیراجپوریؒ، عربی ادب مولانا مفتی محمد یوسف صاحبؒ معقولات مولانا عبدالودود صاحبؒ پڑھاتے تھے یہ تمام اساتذہ اپنے اپنے فن میں خاص مہارت رکھتے تھے دارالعلوم کے علمی وروحانی ماحول، یہاں کی علمی وادبی صحبتوں اساتذہ فن اور اساطین علم کی نگرانی میں آپ کی صلاحیتیں پروان چڑھیں، مولانا نے ان تمام بزرگوں سے علمی فیض حاصل کیا اور ان کے اخلاق وروحانی کمالات سے مستفید ہوئے زمانۂ طالب علمی میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرامی ندویؒ سے خصوصی تعلق رہا۔ مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندویؒ کی صحبت میں آپ کو زمانے کے تقاضوں سے واقفیت ہوئی اور اسلام کے لازوال سرچشموں سے ابنائے عصر کے ذہن ودماغ کو سیراب کرنے کا سلیقہ پیدا ہوا اور اسلامی اصولوں کو حالات پر منطبق کرنے کا ڈھنگ آیا۔ دوران طالبعلمی میں ملکی سیاست سے بھی بہت دلچسپی رہی۔ تعلیمی فراغت کے بعد بھی سیاست سے دلچسپی برقرار رہی، اپنے علاقہ میں مختلف سیاسی ونیم سیاسی تنظیموں وجماعتوں کے رکن وسرکردہ لوگوں میں رہے۔ آل انڈیا جمعیۃ علمائے ہند کے تاسیسی جلسہ میں بمقام امرتسر میں حصہ لیا اور نوعمری کے باوجود اس کی سب سے پہلی مجلس انتظامیہ کے رکن بنائے گئے، جس کا سلسلہ سالہا سال تک قائم رہا ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا، تحریک ترک موالات ان کو آپریشن میں بھی حصہ لیا، لکھنؤ ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے اسسٹنٹ سکریٹری کے عہدہ کی خدمت بھی انجام دی اس زمانہ میں شری موہن لال سکسینہ (سابق وزیر حکومت ہند) اس کے سکریٹری تھے، لکھنؤ میں پرنس آف ویلز کی آمد کے موقع پر اس کے مقاطعہ کی تحریک میں بہت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، مولانا آزاد کی ہدایت ورہنمائی میں یوپی کے مشرقی اضلاع کے مسلمانوں کو جمعیۃ علمائے ہند کے زیر علم منظم کرنے کی خدمت بھی انجام دی۔ جمعیۃ علمائے ہند ضلع اعظم گڑھ کے مدت تک جنرل سکریٹری اور صدر اور یوپی اور آل انڈیا جمعیۃ علماء کے مجلس انتظامیہ کے رکن بھی رہے ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۶ء میں یوپی کانگریس کی اس کانٹیکٹ (رابطہ عوام) کمیٹی کے رکن بنائے گئے، جس کے چار دیگر ارکان جناب رفیع احمد قدوائی، فیروز گاندھی، جابر تیاگی اور مولوی عبدالحکیم مرحوم چیرمین یوپی لیجسلیٹو کونسل تھے، ۱۹۲۳ء میں جب دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندویؒ نے آپ کو اور ندوے کے ایک اور ہونہار فرزند مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کو مزید تربیت کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی کی خدمت میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کے لئے پیش کیا، سید صاحب نے معارف کے شذرات میں ان دونوں کے دارالمصنفین آنے کا تذکرہ کیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ان دونوں کو رفیق دارالمصنفین بنا لیا، سید صاحب جیسی یگانۂ روزگار اور باکمال شخصیت کے فیض وتربیت میں دونوں نے بہت جلد ترقی کی، اور اپنے علمی وتحقیقی مضامین ومقالات کے ذریعہ علمی حلقوں میں اپنا مقام پیدا کیا، ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء تک معارف کے سب ایڈیٹر رہے، سید صاحبؒ کی عدم موجودگی میں شذرات اور ادارت کی زیادہ تر ذمہ داریاں آپ ہی کے سپرد ہوتی تھیں۔ دارالمصنفین کے دوران قیام میں آپ کے قلم سے ائمہ اسلام، سرگذشت ادب ترکی، تاریخ صقلیہ دو جلدیں، اسلامی نظام تعلیم، تاریخ اندلس جیسی گراں قدر اور تحقیقی کتابیں نکلیں جو علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئیں۔

۱۹۳۰ء میں دارالمصنفین سے گیا (بہار) چلے گئے اور یہاں سے ایک علمی وادبی ماہنامہ ندیم کے نام سے نکالا چار پانچ سال کے بعد یہ پرچہ بند ہو گیا۔ ۱۹۳۲ء میں سید صاحبؒ کے اصرار پر دوبارہ دارالمصنفین تشریف لائے ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۹ء جب مولانا سید سلیمان ندویؒ قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ریاست بھوپال مقیم تھے تو معارف آپ ہی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں بعض ضرورتوں کی بنا پر مستقل طور پر مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے پرنسپل کے عہدے پر چلے گئے اور تقریباً دس سال تک مستقل پرنسپل رہے۔ ۱۹۵۰ء میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن (اسلامک) حکومت بہار مقرر کئے گئے اور خدمت کو ۱۹۶۲ء تک انجام دیا، چند سالوں تک پروفیسر وصدر شعبہ عربی انڈر پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ میں بھی خدمت انجام دی۔ پھر گیا (بہار) مگدھ یونیورسٹی یو جی سی پروفیسر عربی واسلامیات شعبۂ اردو مقرر ہوئے تقریباً چار سال تک اس خدمت کو بحسن وخوبی انجام دینے کے بعد اس عہدے سے ریٹائر ہو گئے، علمی وتحقیقی ذوق برابر قائم رہا اور تصنیف وتالیف کے کام کو جاری رکھا، دارالمصنفین سے چلے آنے کے بعد مختلف موضوعات پر گرانمایہ کتابیں لکھیں مگر افسوس کہ آٹھ نو کتابوں کے علاوہ اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ مولانا کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ فہرست کو دیکھنے کے بعد ہی مولانا کی شخصیت کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔

مطبوعہ تصانیف

(۱) تاریخ صقلیہ جلد اول:۔ یہ کتاب سسلی کے اسلامی دور کی مکمل سیاسی تاریخ ہے۔

(۲) تاریخ صقلیہ جلد دوم:۔ یہ کتاب سسلی کے اسلامی دور کا مکمل تمدنی مرقع ہے۔

(۳) سرگذشت ادب ترکی:۔ ترکی لٹریچر کی مختصر سرگذشت۔

(۴) اسلامی نظام تعلیم:۔ اسلام کے تعلیمی نصب العین، نظام تعلیم کے مختلف ادوار اور مدارس ونصاب درس کے مختلف پہلوؤں کا سرسری جائزہ۔

(۵) تاریخ اندلس:۔ مسلمانوں کا فردوس گمشدہ اندلس کے اسلامی دور کا سیاسی وتمدنی مرقع۔

(۶) عہد اسلامی کا ہندوستان:۔ ہندوستان کے عہد اسلامی کے مختلف گوشوں پر ایک محققانہ نظر۔

(۷) ائمہ اسلام:۔ ائمہ مجتہدین اور ان کی اجتہادی غلطیاں۔ از امام ابن تیمیہ، ترجمہ رسالہ رفع الملام عن ائمۃ الاسلام۔

مولانا کی غیر مطبوعہ کتابیں

(۱) عہد رسالت وخلافت راشدہ:۔ یہ کتاب عہد رسالت وخلافت راشدہ کی مسلسل تاریخ اور مذہبی و سیاسی، عسکری، معاشی، تمدنی اور تعلیمی زندگی کے نقش ونگار کا مرقع ہے۔

(۲) عہد اسلامی کا ہندوستان جلد دوم:

(۳) مغربی خلافت اندلس میں:۔ یہ کتاب ایک انگریز مورخ کے مقالہ کی جامع تلخیص وترجمہ ہے۔

(۴) احادیث صحیحین:۔ یہ کتاب صحیح بخاری ومسلم کی متفق علیہ احادیث کے ترجمہ کا قیمتی سرمایہ ہے۔

(۵) تلخیص مقدمہ فتح الباری:۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی مقدمہ فتح الباری کی جامع تلخیص ہے۔

(۶) عزار نجد:۔ یہ کتاب شیخ محمد عبدالوہاب نجدی کی سوانح حیات اور اس دور کی مشہور تصنیف روضۃ الافکار کے علمی نشو ونما کے عقائد وکلام کی ترتیب ہے۔

(۷) اکابر صوفیہ:۔ یہ کتاب پہلی صدی سے چوتھی صدی ہجری تک کے ممتاز اکابر صوفیہ کے علم وفضل، تصوف وسلوک وطریقت عبادات وریاضات زہد وورع، اخلاق اور ان کی تصنیفات اور جامع اقوال وملفوظات کا ذخیرہ جو اسلامی تصوف کا سرچشمہ ہے۔ اسکے مقدمہ میں اسلامی علم تصوف کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔

(۸) تاریخ اندلس جلد دوم

(۹) تاریخ اندلس جلد سوم

(۱۰) 〃 〃 جلد چہارم

(۱۱) چند تنقیدیں:۔ یہ کتاب چند تنقیدی مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے۔

(۱۲) مولانا وترکی ادبیات:۔ ادب شاعری اور شعر وشاعری پر

(باقی صفحہ پر)

تیل کی قیمت میں ۱۰ فیصد کا اضافہ اوپیک کانفرنس منعقدہ قطر کا فیصلہ، اس کا اطلاق

جنوری ۱۹۷۷ء سے ہوگا، سعودی عرب متحدہ عرب امارات تیل کی قیمت میں ۵ فیصد اور پیداوار میں اضافہ کے حامی

محمود الازہار ندوی، ایم۔ اے

تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپیک جس کا اجلاس دوم (قطر) میں ہو رہا ہے، بالآخر اس نتیجہ پر پہونچ گئی ہے کہ پٹرول کی قیمتوں میں ۱۰ فیصد اضافہ کیا جائے اور اس کا اطلاق آنے والے سال سے ہوگا۔ تنظیم کے ممبر ممالک کی جانب سے مسلسل اضافہ کی باتیں آرہی تھیں مگر اب تک اس پر اتفاق رائے نہ ہو سکا تھا۔ اس سے قبل تیل برآمد کرنے والے ممالک کے وزراء تیل کی کانفرنس منعقدہ بالی (انڈونیشیا) نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد قطر کے اجلاس تک اس فیصلہ کو ملتوی کر دیا تھا۔

یاد رہے کہ تیل برآمد کرنے والے عرب ممالک کی جانب سے تیل کی قیمت میں اضافہ کی بات اس بنیاد پر آرہی تھی کہ تیل گذشتہ کی بہ نسبت اپنی قوت خرید کھوتا جا رہا ہے اس سلسلہ میں شاہ ایران کا موقف بہت ہی سخت تھا اور ان کا کہنا تھا کہ تیل گذشتہ اضافہ ہونے سے اب تک اپنی چالیس فیصد قوت خرید کھو چکا ہے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ قیمتوں میں ۱۵ فیصد کے اضافہ کو ایک مغربی جرمنی، جاپان بہ آسانی گوارا کر سکتے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ بھی کہا کہ فرانس، برطانیہ اور اٹلی کو گراں گذرے گا نیز امریکہ اور یورپ اپنی مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں اور ہم تیل کی قیمتوں میں اضافہ نہ کریں، یہ بات شہنشاہ نے امریکہ کے تیل کے قیمتوں میں عدم اضافہ کی درخواست کو مسترد کرتے ہوئے کہی۔

تیل کی موجودہ قیمتوں میں اضافہ میں التوا کی اگر کوئی امید تھی تو وہ سعودی عرب سے تھی کیونکہ اب تک وہ تیل کی قیمت میں اضافہ کا مخالف تھا اور بالی انڈونیشیا میں منعقدہ اجلاس میں التوا کی تجویز اس نے پیش کی تھی مگر شیخ زکی یمانی کے اس اعلان سے کہ سعودی عرب تو یہ چاہتا ہے کہ اضافہ کم سے کم ہو، لیکن اگر ممبران نے اصرار کیا تو وہ دس فیصد اضافہ پر رضامند ہو جائے گا جس کے بعد ترقی پذیر ممالک کی رہی سہی امید بھی ختم ہو گئی۔ اس قسم کی باتیں انڈونیشیائی وزیر تیل مسٹر محمد سعد علی جو ۱۳ ممالک کی تنظیم اوپیک کے چیرمین ہیں اپنے ملک کے معتدل موقف اختیار کرنے کی بات کہی ہے نیز ایکوڈر کے وزیر تیل مسٹر رینی درگاس نے کہا کہ میرا ملک اس بات کا خیال رکھے گا کہ تیل کی موجودہ قیمت میں اضافہ دس سے پندرہ فیصد کے درمیان ہو۔

اسی طرح عراقی وزیر تیل مسٹر عبد الکریم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تیل کی قیمت میں اضافہ کم از کم ۲۵ فیصد ہونا چاہئے اور وہ دوم (قطر) کی کانفرنس میں ممبروں کو ۲۵ فیصد اضافہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں گے اور متحدہ عرب امارات نے تو صرف دس فیصد اضافہ کی بات کہی نیز قطر پندرہ فیصد اضافہ کا حامی ہے اور وینزویلا الجزائر اور دوسرے ممبر ممالک بھی تیل کی قیمت میں اضافہ کو ناگزیر قرار دیتے ہیں اس لئے امریکہ نے ان ملکوں سے درخواست کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا کہ اگر اضافہ اتنا ہی اشد ہے تو دس فیصد کریں۔

آخری خبروں کے بموجب قطر اجلاس میں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے صرف ۵ فیصد اضافہ پر رضامندی ظاہر کی ہے نیز ان ملکوں نے اپنی پیداوار پر جو پابندی عائد کر رکھی ہے اس پر اضافہ کریں گے۔

قطر اجلاس نے ترقی پذیر ممالک کی امداد جو ۸۰ کروڑ ڈالر تھی دوگنا کر دینے کا بھی فیصلہ کیا ہے تاکہ تیل سے جو بوجھ پڑے گا کسی قدر اس سے تخفیف ہو سکے۔

یہ اضافہ جنوری ۱۹۷۷ء سے ہوگا اور اس کا اثر پڑنا ناگزیر ہے اور اب خطرہ یہ ہے کہ اس مزید اضافہ میں جہاں تیل برآمد کرنے والے ممالک اپنی مالیات کو تیل کی قیمت میں اضافہ کر کے مستحکم کریں گے اس کے برخلاف درآمد کرنے والے ممالک کو دس فیصد قیمت ادا کر کے ناقابل برداشت بوجھ کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے لئے ان کو مزید وسائل اور امداد کا سہارا لینا پڑے گا البتہ اس وقت صرف اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے سعودی اور متحدہ عرب امارت کے فیصلہ سے ان ممالک کے بوجھ میں تخفیف ہوئی مگر اس کا انحصار تیل درآمد کرنے والی کمپنیوں کے رویہ پر ہے۔

ملیشیا میں کمیونسٹ جماعتوں پر پابندی:

ملیشیا کے نائب وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد نے ایک بیان کے ذریعہ ان تمام جماعتوں پر پابندی عائد کر دی ہے جو اپنے آیڈیولوجی کو کمیونزم رکھتی ہے، انہوں نے مزید کہا کہ وہ ان پارٹیوں پر پابندی لگانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہے جو اپنے افکار و خیالات کی بنیاد سوشلزم کو بناتے ہیں مگر ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کمیونزم سے اپنا کوئی تعلق نہ رکھیں اور نہ ہی طاقت کے ذریعہ (اسلحہ) اقتدار اعلیٰ پر قبضہ کی کوشش کریں۔ ملیشی فوج آزاد اور خود مختار ہے اور ان کے خیالات اور افکار کمیونزم کے مخالف ہیں۔

کمیونسٹ ملکوں میں عرب طلباء ۷ فیصد ہیں:

کمیونسٹ ملکوں میں اس وقت غیر ملکی طلباء کی تعداد ۳۴ ہزار ہے جس میں سے ۷ فیصد عرب طلباء ہیں، روس میں تو عرب طلباء کے لئے دو یونیورسٹیوں لومبا اور کارل مارکس ہی مخصوص نشستیں ہیں۔ ان ملکوں میں غیر ملکیوں کو ایک کمرے میں تین کمیونسٹ طلباء کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

سعودی عرب میں ایٹمی بجلی گھر کا قیام:

سعودی عرب میں پہلے ایٹمی بجلی گھر کے قیام کے لئے ایک فرانسیسی کمپنی کے ماہروں نے اپنا ابتدائی جائزہ مکمل کر لیا ہے، پٹرولیم کے نائب وزیر غازی سلطان نے بتایا ہے کہ اب فرانسیسی ماہروں کی یہ جائزہ رپورٹ حکومت کے سامنے پیش ہوگی اور اس کے بعد ایٹمی بجلی گھر کی تعمیر کے لئے سرمایہ کی منظوری دئے جانے کی جس کو فرانس تعمیر کرے گا۔

سعودی عرب کی فوج کو ناقابل تسخیر بنانے کا ارادہ:

سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبد العزیز نے کہا کہ عرب ممالک دنیا کے بہترین جدید مہلک اسلحے جو خرید رہے ہیں وہ ضرورت پڑنے پر اپنے دفاع میں استعمال کریں گے انہوں نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ ... ... سعودی عرب دنیا کے بہترین اور ناقابل تسخیر فوج کی تشکیل کا تہیہ کر چکا ہے، ہمارا ارادہ کسی ملک سے جنگ کرنے کا نہیں ہے لیکن عربوں کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کو قوت سے خالی کرا لیا جائے گا۔

بنگلہ دیش کے فری گیٹ جہاز کا نام "عمر فاروق":

بنگلہ دیش نے اپنے ایک بحری جنگی جہاز کا نام "عمر فاروق" رکھا ہے۔ اس فری گیٹ کو برطانیہ نے بنگلہ دیش کی بحریہ کو سپرد کیا ہے اور اس کی سپردگی کی تقریب اس ماہ کے اوائل میں لندن کے رائل البرٹ ڈانس میں انجام پائی اور کھانڈنگ افسر لفٹننٹ کمانڈر ایم رحمٰن کے حوالہ کیا گیا ہے۔

امریکی پابندی لاگو رہی تو ترکی ناٹو کی امداد بند کر دے گا:

ترکی کے وزیر خارجہ مسٹر احسان صابری نے دھمکی دی ہے کہ اگر امریکی کانگریس نے ترکی اور امریکہ کے فوجی معاہدہ کی توثیق نہ کی تو ترکی "ناٹو" کے لئے اپنی امداد بند کر دے گا۔ انہوں نے یہ بات ناٹو کی وزارتی کونسل کے جلسہ میں کیا انھوں نے مزید کہا کہ یہ امر افسوسناک ہے۔

مسٹر احسان صابری نے اخبار نویسوں سے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ امریکہ نے جزوی طور پر پابندی اٹھالی ہے تاہم امریکی پابندی ناٹو کی اجتماعی سلامتی کے لئے ترکی کی امداد کو بری طرح متاثر کر رہی ہے اور ہم امریکہ کی امداد کے بغیر پانچ لاکھ فوجیوں کی حمایت نہیں کر سکتے ہیں اور اجتماعی دفاع کے لئے اپنی امداد پر نظر ثانی کریں گے۔

الجیریا بنگلادیش کے ماہرین کو تربیت دے گا:

ایک معاہدہ کے تحت الجیریا بنگلہ دیش میں تیل اور قدرتی گیس کی تلاش کے لئے اپنے ماہرین بھیجے گا اور یہ ماہرین تیل نکالنے کے ساتھ بنگلہ دیشی عملہ کو تربیت بھی دیں گے۔ اس معاہدہ پر الجیریا کے وزیر توانائی وصنعت مسٹر بلالی عبد السلام اور بنگلا دیش کی طرف سے ایر وائس مارشل عبد الغفار محمود نے دستخط کئے۔

ابوظبی سے بحرہ عمان تک تیل کی پائپ لائن:

کویت کے اخبار "السیاسۃ" کے بموجب متحدہ امارات ابوظبی سے راس الخیمہ کے راستے بحرہ عمان تک پائپ لائن بچھائے گی تاکہ اس کا تیل مشرقی افریقہ کی منڈی میں آسانی سے لے جایا جا سکے اور متحدہ عرب امارات اس پائپ لائن کو بچھانے کے لئے رقم فراہم کرے گا۔

عراق میں آبی وسائل سے ملک کو ترقی دینے کا منصوبہ:

عراق سوویت یونین کی مدد سے دجلہ اور فرات کے آبی وسائل سے بجلی پیدا کرنے اور آبپاشی کرنے کے چاروں پروجکٹ کو مکمل کرے گا۔ اس سے عراق کو زرعی اور صنعتی میدان میں قابل ذکر ترقی کا امکان ہے۔

عراق نے مغربی اور شمالی عراق میں آبپاشی کے چار بڑے پروجکٹ جن پر ایک ارب ۱۳ کروڑ ڈالر کا صرفہ آئے گا روس کو سپرد کر دی ہے۔

شیخ محمد علی الحرکان رابطہ کے جنرل سکریٹری منتخب۔

شیخ محمد صالح قزاز خرابی صحت کی وجہ سے مستعفی

رابطہ عالم اسلامی نے شیخ محمد علی الحرکان کو اپنا نیا سکریٹری جنرل منتخب کیا ہے کیونکہ سابق جنرل سکریٹری شیخ محمد صالح قزاز نے صحت کی خرابی کی وجہ سے استعفیٰ پیش کر دیا ہے اور رابطہ نے اس کو منظور بھی کر لیا ہے۔ شیخ محمد صالح اس سے قبل بھی کئی بار استعفیٰ پیش کرنے کی خواہش ظاہر کر چکے ہیں مگر ہر بار کوئی نہ کوئی چیز مانع سامنے آجاتی تھی اور شیخ کو اس اقدام سے باز رہنا پڑتا تھا مگر اس مرتبہ شیخ اپنا استعفیٰ پیش کر کے اس پر اس طرح مصر رہے کہ رابطہ کی مجلس عاملہ کو اس کو منظور کرنا پڑا۔

رابطہ عالم اسلامی کو سابق جنرل سکریٹری کے دور میں بڑی ترقی ہوئی اور اس کے دائرہ کار بھی وسیع ہوا اور عالم اسلام کی نظریں ہر بڑے کام کے لئے اسی پر مرکوز ہو گئیں اس زمرہ میں رابطہ نے اہم کردار ادا کیا اور شیخ کا دور رابطہ کا زریں دور کہلائے گا اور رابطہ نے شیخ کی کوششوں سے اسلام اور مسلمانوں دونوں میدان میں بھرپور تعاون کیا۔

موجودہ جنرل سکریٹری شیخ علی الحرکان اہم اسلامی علمی اور علمی شخصیت ہیں وہ اس سے قبل سعودی حکومت میں وزیر عدل وانصاف کے عہدہ پر تھے اور ان کا شمار جید علماء میں ہوتا ہے وہ انجمن علماء سعودیہ کے رکن بھی ہیں۔ وہ اس سے قبل جدہ کی عدالتوں کے چیرمین بھی رہ چکے ہیں، اور رابطہ کے قیام کے وقت سے وہ اس کے رکن چلے آرہے ہیں نیز ان کا انتخاب بالاتفاق ہوا ہے۔

غزل

(از: ــــــــــــ شبیر احمد راہی)

عشق رُسوا جو ہوا، اشک بہانے سے ہوا
زخمِ دل اپنا زمانے کو دکھانے سے ہوا

وہ مسرت نہیں، رونق نہیں تصویر نہیں
حالِ دل دیکھئے کیا آپ کے جانے سے ہوا

عظمتِ سجدہ کا احساس نہیں ہے جن کو
کیا خبر ہے انہیں کیا سر کو جھکانے سے ہوا

کون اِس دَور میں تسلیم کریگا یا رب
ہم پہ جو ظلم ہوا تجھ کو بُھلانے سے ہوا

سرخرو دل جو ہوا اپنا زمانے بھر میں
زخم پر زخم تری راہ میں کھانے سے ہوا

آپ سے شکوۂ بیداد بھلا کیا کرتے
جو ستم ہم پہ ہوا ایک بہانے سے ہوا

غیر کوئی نہ رہا اپنی نظر میں راہی
یہ تغیر اسے آنکھوں میں بسانے سے ہوا

بقیہ صد؟

نہ دیکھنا پڑتا ہو لیکن امتحان وآزمائش کے موقعہ پر وفاداری اور جاں نثاری میں جو لذت ہے وہ لذت کسی چیز میں نہیں، یہ وہ وقت ہے جب حق پر قائم رہنے والوں حق وصداقت کی تبلیغ کرنے والوں اور اپنے عقیدے دین کی خاطر مفادات اور اعزازات کی قربانی کرنے والوں کو اس دنیا ہی میں جنت کا مزا آنے لگتا ہے اور ان کے بدن کے روئیں روئیں سے خدا کی حمد وشکر کا ترانہ بلند ہوتا ہے۔ اقبالؒ نے شاید اسی موقعہ کے لئے کہا تھا۔ شعر

بہشتے بہر پا کان حرم ہست
بہشتے بہر ارباب ہمم ہست
بگو ہندی مسلماں را کہ خوش باش
بہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

ایڈیٹر بنام ایڈیٹر

ایڈیٹر تعمیر حیات نے ایڈیٹر البعث الاسلامی کے نام کویت پہنچکر جو خط لکھا اس کی یہ چند سطریں جو عام دلچسپی اور معلومات کے لئے ہیں، بغیر اجازت کے بجا رہے ہیں۔

ہمارے سفر کی پہلی منزل کویت ہی نے مجھے دیارِ عرب کے بارے میں بہت کچھ سمجھنے کا موقع دے دیا۔ تمدنی ترقی اور تیل کی دولت کی "الٹی گنگا بہانے" کے لئے یورپ و ایشیا کے بے شمار کارخانے غالباً ان عربوں کے لئے LUXURIES بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ضاحیۃ الشویخ جہاں ہمارا قیام ہے آتے جاتے ہوئے ساحل سمندر سے گذرنا پڑتا ہے۔ بندرگاہ کے قریب جہازوں کی قطار دیکھ کر ایک صاحب نے کہا تقریباً دو سو جہاز سامان سے لدے ہوئے اپنے خالی ہونے کے انتظار میں کھڑے ہیں، بندرگاہ پر اتارنے کی جگہ کم پڑ گئی ہے اور دنیا بھر کا مال ہے کہ آتا چلا جا رہا ہے۔ ہر چیز باہر سے آتی ہے کھانے پینے کی اشیاء سے لے کر ٹوتھ پیسٹ اور پن تک ــ پورے شہر پر "فن شیشہ گری" کا اثر ہے ــ ہر حال لوگ اچھے ہیں، کاروباری اخلاق میں عرب دنیا کے تمام انسانوں پر فائق ہے۔ اور اگر کوئی دیندار عرب مل جائے تو یوں سمجھئے کہ وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

پرسوں جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی کے دفتر گئے تھے اخوان کی ان پر پوری چھاپ ہے اور ان ہی خصوصیات وصفات سے آراستہ، ان کی سرگرمیاں لائق ستائش بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔

کل ایک اخوانی صاحب نے اپنے مکان پر جامعہ کویت کے نوجوانوں کو ملاقات کے لئے بلایا۔ بہت بڑی تعداد میں شاہین بچے جمع ہوئے، برادر عزیز مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی صاحب کا موضوع تھا "تحریک ندوۃ العلماء" پہلے ان کی عربی میں تقریر ہوئی، مجھے موضوع دیا گیا عالم اسلام کی تعمیر میں ہندوستانی مسلمان کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اللہ کا نام لے کر شروع کر دیا۔ تقریر انگریزی میں کی اللہ تعالیٰ نے ایسی روانی اور بے تکلفی سے کہلوایا۔ پہلے ارادہ تھا کہ عربی انگریزی ملی جلی گفتگو ہو لیکن اس سے سماں خالص انگریزی کا رہا۔ ایک عرب نوجوان نے آخر میں ان لوگوں کے لئے ترجمہ بھی کیا جو انگریزی سے ناواقف تھے۔ بڑی اچھی مجلس رہی۔ آج ریاض روانگی ہے۔

رودادِ چمن

ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ جشن تعلیمی کی مفصل روداد

مرتبہ: مولانا محمد الحسنی ندوی
مدیر البعث الاسلامی (دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

○ ایک دستاویز ــــ ○ ایک کہانی ــــ ○ ایک پیغام

ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی (منعقدہ نومبر ۱۹۷۵ء) کی تفصیلی رپورٹ جس کا آپ کو شدت سے انتظار تھا منظر عام پر آگئی ہے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے ایما پر یہ روداد مرتب کی گئی ہے، جس میں شیخ الازہر کا خطبۂ صدارت، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا تاریخی خطبہ استقبالیہ اور اجلاس کی دوسری تقریریں، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی کے قلم سے ندوۃ العلماء کے ماضی، حال اور مستقبل کا خاکہ، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے صبح کے وقت کئے ہوئے ایمان افروز بیانات، اہم تقریروں اور مقالات کے خلاصے سب شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اجلاس کے وسیع انتظامات اور تیاریوں اور اجلاس کے مناظر کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے پڑھنے والا خود اجلاس میں شریک ہے اور تمام مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

پوری کتاب دار العلوم کی خوبصورت عمارتوں کی تصاویر نیز دوران اجلاس نماز جمعہ کے دلفریب منظر سے بھی مزین ہے۔

○ خوبصورت رنگین ڈسٹ کور ــــ ○ دیدہ زیب گٹ اپ
ضخامت: ۲۰۰ صفحات علاوہ تصاویر — قیمت: مجلد صرف ۱۵ روپے

ملنے کے پتے:
(۱) مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ
(۲) کتب خانہ رشیدیہ، جامع مسجد، اردو بازار، دہلی